

خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ماہنامہ

مِلّیہ

فیصل آباد پاکستان

صفر المظفر ۱۴۳۶ھ بمطابق دسمبر 2014ء

كلمة الحبيب

اور اب داعش!

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

* مجالس سید الطائفہ قطب العالم قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ
* تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

شیخ التفسیر حضرت
مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ

* جہیز کا فلسفہ
* بعض غلطیوں کی اصلاح
* بچوں کے صفحات

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی
خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

www.milliafsd.com

قطب الاقطاب حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در کعبۂ دوست چون رسی گو لبیک
کانجا به سلام راه دارد نه علیک
این وادی عشق است نگهدار قدم
این ارض مقدس است فاخلع نعلیک

سید انور حسین نفیس رقم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے

خانقاہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ماہنامہ مِلّیہ

فیصل آباد پاکستان

صفر المظفر ۱۴۳۶ھ

شمارہ نمبر 2 جلد نمبر 11

بمطابق دسمبر 2014ء

فہرست مضامین

بفیض

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمٰن صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی
خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر
مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر
مولانا جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 30 روپے

پاکستان میں سالانہ 300 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرونِ ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کیلئے

ماہنامہ مِلّیہ جامعہ ملّیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد پاکستان
041-8711569,
0321-6611910

ناشر: حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

کلمۃ الحبیب

اور اب داعش!

ابن نفیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

کہتے ہیں کہ ایک شخص پریشان حالت میں اپنے دوستوں کے پاس بھاگتا ہوا آیا اور اس نے کہا کہ میری بیوی بیوہ ہوگئی ہے۔ اس کے دوستوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے، اس نے کہا مجھے میرے مُخبر نے اطلاع دی ہے، دوستوں نے کہا کہ بیوی کے بیوہ ہونے کا مطلب سمجھتے ہو، اس نے کہا کہ ہاں جب خاوند مرجائے تو بیوی بیوہ ہوجاتی ہے تو دوستوں نے کہا کہ تُو تو زندہ ہے پھر تیری بیوی کیسے بیوہ ہوگئی، تو اس شخص نے کہا اگرچہ تمہاری بات ٹھیک ہے مگر کیا کروں کہ میرا مخبر پکا ہے، اس کو میں جھٹلا نہیں سکتا۔

ہمارے ملک کے دو پکّے مخبر ہیں، ایک لندن میں ملکہ برطانیہ کی گود میں بیٹھے ہوئے الطاف حسین صاحب، دوسرے لندن سے تشریف لائے ہوئے ہمارے ملک کے سابق وزیر داخلہ ملک صاحب جو کہ لفظ ملک کے ساتھ رحمان لگاتے ہیں۔ یہ دونوں جو بھی چھوڑتے ہیں انہیں صحیفۂ آسمانی سمجھ لیا جاتا ہے۔ پہلے انہی دونوں نے خاص کر کے کراچی کے متعلق اطلاع دی تھی کہ کراچی میں جو قتل وغارت گری ہورہی ہے یہ طالبان کرارہے ہیں۔ اور آج بھی جو کچھ ہورہا ہے وہ انہی طالبان کا کیا دھرا ہے۔ چنانچہ ہماری حکمران ان دونوں پکے مخبرون کی نشاندہی پر کراچی میں کارروائیاں کررہے ہیں۔ بلکہ کارروائیاں اتنی شفاف ہیں کہ سننے میں آیا ہے کہ اگر کسی مدرسے کا طالبعلم مدرسہ سے چھٹی پر اپنے والدین سے ملنے گھر آیا ہے تو اُسے بھی طالبان میں شامل کر کے گرفتار کرلیا جاتا ہے۔ اور اب بھتہ خوروں، چوروں، ڈاکوؤں اور قاتلوں کو کُھلی چھٹی مل گئی ہے، کہیں بھی کوئی قتل ہوجائے تو نام طالبان کا ہی آتا ہے۔

اور آجکل ان دونوں پکے مُخبروں نے ایک نئی مخبری چھوڑی ہے۔کہ ''داعش'' پاکستان میں لینڈ کر چکی ہے۔سب سے پہلے تو مخبرِ اعظم جناب الطاف حسین صاحب نے لندن سے براہ راست پریس کانفرنس کر کے یہ مُخبری چھوڑی۔پھر اس کی تائید میں ملک صاحب میدان میں آ گئے۔چنانچہ اب اس مخبری پر پاکستان کے بڑے بڑے دانشوروں نے طبع آزمائی شروع کر دی ہے۔

''داعش'' یہ لفظ مخفف ہے ''دعوت اسلامیہ عراق و شام'' سے۔انگریزی میں اسے ''ISIS'' کہا جاتا ہے جو کہ مخفف ہے، اسلامک اسٹیٹ آف شام اینڈ عراق'' سے۔اس نام کا غلغلہ اس وقت شروع ہوا جب القاعدہ کا کردار ختم ہو گیا۔القاعدہ بھی عربوں ہی کی ایک جماعت کا نام ہے ،اور داعش کا جنم بھی عربوں ہی سے ہوا ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ القاعدہ کا بنیادی تعلق حجاز کے علاقہ سے ہے، جس کے سربراہ اسامہ بن لادن تھے۔اور داعش کا تعلق عراق سے ہے، جس کے سربراہ کا نام ابوبکر البغدادی ہیں۔

اخبارات کے اوّل صفحات پر ہمارے ملک کے دو پکّے مخبروں کی طرف سے خبریں شائع ہورہی ہیں، اور اس کے ساتھ ہی ٹی وی پر بیٹھے ہوئے غیر ملکی امداد سے پلنے والے دانشور دور کی کوڑی لانے میں مصروف ہیں۔

الطاف حسین صاحب تو بلا دلیل کراچی کی ہر کارروائی داعش کے کھاتے میں ڈال رہے ہیں۔گزشتہ دنوں ان کی جماعت کے ایک کیمپ پر حملہ ہوا، جس میں ان کی جماعت کے کچھ افراد زخمی ہوئے ،تو اس کی ذمہ داری فوری طور پر داعش نے قبول کر لی۔ملک صاحب فرماتے ہیں کہ داعش سے منسلک تعلیم یافتہ پانچ سو انتہا پسند پاکستان پہنچ گئے ہیں۔

عجیب بات ہے کہ جنگ عربوں کے علاقوں میں ہو رہی ہے مگر داعش جنگجوؤں کی پاکستان میں داخلے کی خبریں ہمارے پکے مخبر دے رہے ہیں، جبکہ داعش کو افرادی قوت کی ضرورت عراق و شام کے علاقے میں ہے۔دوسری طرف ہماری سیکرٹ ایجنسیاں ان پکے مخبروں کی خبروں کو جھٹلا رہی ہیں۔ ملک صاحب کی اطلاع کے مطابق پاکستان میں داخل ہونے والے داعش کے تمام جنگجو تعلیم یافتہ ہیں۔سوچنے کی بات ہے کہ یہ جنگجو کس مدرسہ سے پڑھے ہوئے ہیں؟ اس کا جواب نا میں ہے، یہ تمام جنگجو یورپی یونیورسٹیوں میں پڑھے ہوئے ہیں۔

داعش کا ہمارے ملک میں کیا کام؟ وہ پہلے اپنی جنگ سے تو فارغ ہو جائیں!۔اب خبروں میں آ رہا ہے کہ امریکہ داعش کے مقابلے میں سنیوں کی ایک اور تنظیم بنا رہا ہے۔یعنی ایک اور نئے فتنے کو جنم دے رہا ہے۔امریکہ نے ترکی کو بھی اس میں شامل کرنے کی کوشش کی ہے مگر اب تک کی اطلاع کے مطابق ترکی انکاری ہے۔

داعش اصل میں ان عربوں کی تنظیم ہے جو کہ بغداد پر نیٹو کے قبضہ کے بعد وجود میں آئی۔جس طرح افغانستان میں روس کے قبضہ کے بعد مجاہدین نے برسر عام اسلحہ لہرا کر روس کا مقابلہ کیا،اس میں امریکہ بھی برابر کا شریک تھا۔اس لڑائی کو جہاد کا نام دیا گیا۔

روس کی پسپائی کے بعد مجاہدین کے گروہوں میں اقتدار کے حصول کے لئے لڑائی شروع ہوئی تو بیچ میں طالبان نامی ایک گروہ نے فائدہ اٹھاتے ہوئے اقتدار پر قبضہ کر لیا تھا۔طالبان نے اقتدار پر قابض ہوتے ہی اسلام نظام کو نافذ کرنا شروع کر دیا۔یہ بات یورپ کے لئے ناقابل قبول تھی،اور ہمارے ملک کے آوارہ فکر دانشوروں کے لئے بھی لمحہ فکریہ تھا۔مختصر یہ کہ نو گیارہ کے حادثہ کی آڑ میں امریکہ نے چڑھائی کر دی۔بہانہ القاعدہ نامی تنظیم کو بنایا گیا۔

جو کہ عربوں کی ایک تنظیم تھی،جس کا مقصد کویت پر صدام حسین کے قبضہ کی آڑ میں حجاز میں امریکی فوجوں کے قبضہ کو ختم کرانا تھا۔القاعدہ کے بانی اسامہ بن لادن نے افغانستان میں روس کے خلاف بڑے جوہر دکھائے،تو اس وقت اس کو عالمی مجاہد کا خطاب دیا گیا،کیونکہ اس کام میں امریکی خوشنودی شامل تھی۔مگر جب امریکہ نے کویت کی آڑ لے کر عراق پر حملہ کیا اور اس کے بعد اپنے فوجی اڈے سعودی عرب اور دوسرے عرب ممالک میں قائم کر دیئے،تو القاعدہ کے ذمہ داروں نے یہی بہانہ بنایا کہ جس طرح روس افغانستان پر قابض ہوا تھا اور اس کو نکالنے کے لئے جہاد ضروری تھا اسی طرح امریکہ بھی حجاز پر قابض ہوا ہے،اس لئے اس کو نکالنے کے لئے بھی جہاد ضروری ہے۔

چنانچہ انہوں نے بھی جہاں جہاں پر امریکی دفاتر یا فوجی اڈے یا سفارت خانے تھے وہاں پر حملے شروع کر دیئے۔جس کے جواب میں امریکہ نے القاعدہ کے ساتھ ساتھ طالبان کے خلاف بھی

حملوں کا آغاز کر دیا، چنانچہ امریکہ روس کی جگہ خود افغانستان پر قابض ہوگیا۔ یہ تمہیدی باتیں طویل ہوتی جائیں گی، ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ جس طرح طالبان کا واویلا کرتے ہوئے میں عالمی گماشتوں نے لوگوں کے سامنے اپنے اصل جرائم پر پردہ ڈالا ہے، داعش بھی اسی قسم کے زمرے میں لانے والی بات ہے۔ نیو ولڈ آڈر کے بانیوں نے افغانستان، عراق سے فراغت کے بعد روس کی حمایت یافتہ ریاست لیبیا اور ملک شام پر بھی قبضہ کا پروگرام بنایا۔

لیبیا تو کھلے عام اپنے آپ کو ''جمہوریہ لیبیا اشتراکیہ'' کہتا تھا۔ چنانچہ پہلے لیبیا کا تیا پانچہ کیا اور پھر شام کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے لئے انہوں نے جولائی ۲۰۰۵ء میں برطانیہ میں بم دھماکوں کو آڑ بنایا۔ جب برطانیہ میں بم دھماکے ہوئے تو اس کا الزام پاکستانی نژاد نوجوانوں پر لگایا جو کہ خود بھی ان دھماکوں میں مارے گئے۔ اور اس کا سارا الزام برطانیہ میں المہاجرون اور حزب التحریر نامی دو تنظیموں پر لگا دیا گیا۔

برطانیہ میں المہاجرون نامی تنظیم شامی نژاد ایک شخص عمر البکری نے بنائی، اس میں تمام ممالک کے جذباتی مسلمان نوجوان شامل ہیں۔ دھماکوں کی آڑ میں اس تنظیم پر پابندی لگا دی گئی، اور ساتھ ساتھ اس تنظیم کے سربراہ عمر البکری کو بھی ان کی برطانوی شہریت ختم کر کے شام بھیج دیا گیا۔ عمر البکری اصل میں شام کی علوی حکومت کا مخالف تھا، وہ برطانیہ آیا اور اس نے وہاں سیاسی پناہ طلب کر لی، پھر اس کو الطاف حسین کی طرح پہلے سیاسی پناہ پھر شہریت دیدی گئی۔

جولائی ۲۰۰۵ء کے بم دھماکوں کا ذمہ دار قرار دے کر شام بھیج دیا گیا۔ اس نے شام جا کر وہاں کی حکومت کے خلاف تحریک شروع کر دی۔ یہ تحریک پر امن نہیں متشددانہ تھی، امریکہ اور برطانیہ کے لئے یہ چیز نعمت غیر مترقبہ تھی، بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹنے والی بات ہوگئی۔ امریکہ اور یورپ نے اس کی بھرپور حمایت شروع کر دی۔ برطانیہ اور امریکہ میں ان لوگوں کے لئے باقاعدہ مالی طور پر تعاون کی اپیل کی گئی جو ابھی تک جاری ہے۔

اس تنظیم کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہونا شروع ہوگئی، المہاجرون یا حزب التحریر کا مقصد دنیا

میں خلافت کا قیام ہے۔اس کے لئے ان کا سب سے بڑا نیٹ ورک برطانیہ میں ہے۔وہاں پر یہ لوگ خوب خلافت کا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔مساجد میں کئی دفع ان لوگوں کی علماء سے جھڑپ بھی ہوتی رہی ہے،وہاں کے علماءان کے اس نقطۂ نظر سے اختلاف رکھتے ہیں۔

یہ ایک علیحدہ موضوع ہے اس پر پھر کبھی بات ہوگی۔شام میں جب لڑائی عرج پر پہنچی تو انہی میں سے ایک طبقہ ابوبکر البغدادی بھی میدان میں آ گیا۔اس کا تعلق عراق سے ہے اور اپنی تنظیم کا نام ''دولت اسلامیہ عراق وشام'' داعش رکھ لیا۔یہ لوگ عراق میں رہنے والے ہیں۔

عراق میں چونکہ امریکہ نے حکومت سنی مسلمانوں سے چھین کر شیعہ کو دیدی تھی ،اور شیعہ نے وہاں پر سنیوں کو خوب رگڑا دیا،اس میں ایران عراقی حکومت کی پشت پر تھا۔اس لئے اس سنی تنظیم نے سنی نوجوانوں کو جھنجھوڑا،جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عرب سنی نوجوانوں کے لئے یہ بہتر پلیٹ فارم تھا۔اس لئے جوق در جوق اس میں شمولیت کے لئے نوجوان کھنچے چلے آنے لگے۔

داعش نے عراق کے تقریباً آدھے سے زیادہ حصہ پر قبضہ کرلیا،خاص کر ایسے علاقے جہاں پر تیل کے کنویں ہیں،ان پر کنٹرول کرلیا ہے۔اب امریکہ سارا تیل انہی سے خریدتا ہے۔

اب انہوں نے عراق کے ساتھ شام کو بھی شامل کرلیا ہے۔خبروں میں آیا ہے کہ اب امریکہ داعش والوں سے سب سے زیادہ تیل خرید رہا ہے،اور بہت ہی سستے داموں،اسی لئے عالمی منڈی میں تیل کی قیمتیں انتہائی نیچے آرہی ہیں،جس کی وجہ سے پاکستان میں بھی پہلی مرتبہ تیل سستا کیا گیا ہے۔امریکہ اس تیل کے بدلے میں داعش کو اسلحہ اور ڈالر دے رہا ہے،اب تک کی خبروں کے مطابق امریکہ نے داعش والوں سے ایک ارب ڈالر سے زائد کا تیل خریدا ہے۔

امریکہ اور برطانیہ اس کے بھرپور حامی تھے مگر ان کو پریشانی اس وقت پیدا ہوئی کہ جب برطانیہ اور یورپ سے بڑی تعداد میں نوجوان جہاد کے نام پر شام یا عراق پہنچ گئے۔

امریکہ اور برطانیہ کا خیال تھا کہ مقامی عرب ہی داعش کے ساتھ منسلک ہونگے،مگر داعش کے ہم خیال نوجوان یورپ سے بھی جانے لگے۔برطانیہ اور جرمنی کی حکومتی ایجنسیوں کی اطلاع کے

مطابق صرف برطانیہ سے دو ہزار اور جرمنی سے ۵۵۰ نوجوان داعش کے ساتھ مل کر جنگ لڑنے کے لئے شام اور عراق گئے ہیں۔نوجوان لڑکے ہی نہیں بلکہ نوجوان لڑکیاں بھی بڑی تعداد میں داعش میں شامل ہیں۔اب امریکہ اور یورپ کو اس بات سے خطرہ ہے کہ جب یہی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس جہاد سے واپس لوٹیں گے تو اپنے ان ملکوں میں دہشت گردی کریں گے۔چنانچہ انہوں نے حفظ ماتقدم کے طور پر چند اقدامات کرنے شروع کر دیئے ہیں۔

انہوں نے اپنے ملک میں واپس آنے والے جہادی نوجوانوں کی نہ صرف سرزنش کرنے کا ارداہ کرلیا ہے بلکہ سرکش قسم کے نوجوانوں کی شہریت بھی ختم کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔سب سے بڑی بات یہ ہے کہ داعش کے جہادی پروگرام میں شرکت کرنے والے کسی بھی نوجوان کا تعلق کسی بھی دینی مدرسہ سے نہیں ہے۔مگر اس کے باوجود ان تمام باتوں کا الزام دینی مدارس و مساجد پر لگایا جارہا ہے۔

برطانیہ میں تو یہ دیکھا جارہا ہے کہ جہاد میں جانے والے نوجوان نماز کس مسجد میں پڑھتے ہیں، جمعہ کہاں پڑھتے۔اور پھر ان مساجد کے اماموں اور خطیبوں پر نظر رکھی جارہی ہے۔دوسری طرف پاکستان میں ہمارے دو پکے مخبروں ''الطاف حسین اور سابق وزیر داخلہ ملک صاحب'' نے اپنا راگ الاپنا شروع کیا ہوا ہے۔الطاف حسین نے تو اپنے خلاف برطانیہ میں قتل کے مقدمہ میں رعایت کے لئے سب کچھ کرنا شروع کیا ہوا ہے، جبکہ ملک صاحب اپنی سابقہ شہریت کو بحال کرانے کے سلسلہ میں تگ و دو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں داعش کا کوئی وجود نہیں، مگر ایجنسیوں کے لوگ اپنی نوکری پکی کرنے کے لئے اس قسم کی افواہیں پھیلانے میں مصروف ہیں۔اسی لئے یہ لوگ داعش کا تعلق کبھی تحریک طالبان اور کبھی جنداللہ سے جوڑتے نظر آرہے ہیں۔پاکستان کے کئی دینی مدارس پر چھاپے بھی مارے گئے ہیں، اور انٹیلی جنس ایجنسیاں دینی مدارس کے چکر لگارہی ہیں۔

جبکہ یہ بات واضح ہے کہ داعش کے لوگوں کا کسی بھی دینی مدرسہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔بلکہ داعش والوں کا ایجنڈا بھی وہ نہیں ہے جو کہ دینی مدارس کا ہے۔داعش والے جس خلافت کا اعلان

کررہے ہیں اس کا کسی دینی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔میرے خیال میں تو داعش والوں کی خلافت کے اس مفہوم کا بھی علم نہیں ہے جو کہ اہل اسلام مانتے ہیں۔

نوٹ

اب آخر میں طالب کھنڈیری مرحوم کی ایک نظم پیش خدمت ہے جو کہ عالمی سطح پر انسان نما درندوں اور ہمارے ملک کے پکّے مخبروں، سیاست دانوں، لیڈروں اور حکمرانوں کے کردار کی عکاسی کرتی ہے۔اس کا عنوان انہوں نے ''اللہ سے ابلیس کی فریاد'' رکھا ہے:

تو نے جس وقت یہ انسان بنایا یارب
اُس گھڑی مجھ کو تو یہ کام نہ بھایا یا رب
اس لیے میں نے سر اپنا نہ جھکایا یارب
لیکن اب پلٹی ہے کچھ ایسی ہی کایا یارب
عقلمندی ہے اسی میں کہ میں توبہ کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

ابتدا میں تھی بڑی نرم طبیعت اس کی
قلب و جاں پاک تھے شفاف تھی سیرت اس کی
پھر بتدریج بدلنے لگی خصلت اس کی
اب تو خود مجھ پہ مسلط ہے شرارت اس کی
اس سے پہلے کہ میں اپنا ہی تماشا کرلوں
سوچتاہوں کہ اب انسان کو سجدہ

بھر دیا تو نے بھلا کونسا فتنہ اس میں
پکتا رہتا ہے ہمیشہ کوئی لاوئ اس میں
ایک اِک سانس ہے اب صورت شعلہ اس میں
آگ موجود تھی کیا مجھ سے زیادہ اس میں ؟

اپنا آتش کدہ ذات ہی ٹھنڈا کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

اب تو یہ خون کے رشتوں سے اکڑ جاتا ہے
باپ سے بھائی سے ، بیٹے سے بھی لڑ جاتا ہے
جب کبھی طیش میں حد سے جو اُکھڑ جاتا ہے
خود مرے شر کا توازن بھی بگڑ جاتا ہے
اب تو لازم ہے کہ میں خود کو بھی سیدھا کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

میری نظروں میں تو بس مٹی کا مادھو تھا بشر
میں سمجھتا تھا اسے خود سے بہت ہی کم تر
مجھ پہ پہلے نہ کُھلے اس کے سیاسی جوہر
کان میرے بھی کترتا ہے یہ لیڈر بن کر
شیطنت چھوڑ کے میں بھی یہی دھندہ کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

اب جھجکتا ہے نہ ڈرتا ہے نہ شرماتا ہے
نت نئی فتنہ گری روز یہ پھیلاتا ہے
اب یہ ظالم مرے بہکاوے میں کب آتا ہے
میں بُرا سوچتا رہتا ہوں اور یہ کرجاتا ہے
میں بھی اب اس کی مریدی کا ارادہ کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

سید الطائفہ قطب العالم قطب الاقطاب

مجالس حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ قدس سرہٗ

بروز ہفتہ ۱۲/ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ ،۱۰/ اگست رات کی مجلس میں جب احقر (مولانا حبیب الرحمٰن نومسلم) حاضر ہوا تو رامپور کے ایک مہمان بیان کر رہے تھے کہ

جتنا انسانی جسم کم ہوتا جاتا ہے اتنی روحانیت بڑھتی ہے اور جتنی جسمانیت بڑھتی ہے روحانیت کم ہوتی ہے اس پر جناب عزیز الرحمٰن صاحب لدھیانوی نے عرض کیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں حضرت خالد بن ولیدؓ جیسوں میں جسمانی قوت بھی بہت تھی اور روحانیت بھی بہت یہ کیا بات تھی۔ اس پر حضرت والاؒ نے فرمایا نے کہ اسلام میں اخلاق کا افلاح نہیں ہوتا رخ بدلنا ہے۔

جتنی طاقت ہو اس کو اگر رضا الٰہی کیلئے استعمال کیا جائے تو وہ اخلاق حمیدہ ہیں اور اس کے خلاف اخلاق رذیلہ۔ جن میں زیادہ طاقت ہوتی ہے ان کا مجاہدہ بھی زوردار ہوتا ہے اور ان پر حالات بھی بہت عجیب آتے ہیں۔

حضرت عمرؓ بڑے سخت تھے مگر اسلام کے بعد وہ سختی مخالفین اسلام کیلئے ہوگئی اور باہمی طور پر کچھ نہ رہی۔ یہ ٹکڑہ مجھے بھی یاد ہے کہ **خیارکم فی الجاھلیۃ ، خیارکم فی الاسلام**۔

عزیز الرحمٰن صاحب نے پھر عرض کیا کہ حضرت حکومت اخلاق پر اثر ڈالتی ہے یہ کہاں تک صحیح ہے۔ حضرت نے فرمایا یہ احرار ہیں ہر بات کو کھینچ کر ادھر کو لے جاتے ہیں اور عزیز الرحمٰن کو فرمایا کہ تم لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل۔ سنو وہ اور بات ہے یہاں اور ذکر ہے۔

عزیز الرحمٰن صاحب نے عرض کیا حضرت اخلاق پیدائشی ہوتے ہیں کیا۔ حضرت والاؒ نے فرمایا اخلاق پیدائشی ہوتے ہیں جو بھی ہوں مگر ان کا رخ بدلنا ہوتا ہے یہی تو مطلب **خیارکم** والی حدیث کا ہے پس اپنے اخلاق کا رخ بدل لو۔

کسی نے عرض کہ حضرتؒ یہ جو چشتیہ کے ہاں سماع ہوتا ہے یہ کچھ مفید ہے؟ حضرت والا نے فرمایا کہ کچھ کچھ ذکر کے وقت شعر پڑھنے کو میں بھی کہہ دیتا ہوں تا کہ بالیدگی ہو مگر اسی کو سب کچھ بنا لینا

یہ غلط اور بے فائدہ ہے باقی اگر ہم حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ان حضرات کو نہ دیکھتے تو شاید سمجھتے کہ سماع سے مجتنب رہے۔اس لیے یہ کچھ ضروری نہیں۔

ہاں البتہ یہ تو ایک معذوری ہوتی ہے تو کوئی اگر معذوری میں ایسا کر لیتا تھا ہم ان حضرات کو معذور سمجھیں گے۔ کیونکہ یہ تو مرض کا علاج ہے تو اس پر کیا حکم لگایا جاسکتا ہے باقی یوں سمجھو کہ ہم بزرگوں پر جنہوں نے سماع سنا اعتراض نہیں کرتے مگر ہمارے ہاں یہ نہیں۔

مزامیر تو ویسے ہی جائز نہیں۔ بڑی بات شریعت کا اتباع ہے۔ یہی اپنے بزرگوں سے ہم نے سنا ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت سے مناسبت کرنی چاہیے اور حال کچھ اس پر نہیں یہ تو

برآواز دولاب مستی کند

رامپور کے مہمانوں میں سے ایک نے دریافت کیا کہ حضرت قرب خداوندی کا کیا مطلب ہے؟

حضرت والا نے فرمایا کہ رضائے خداوندی کے مطابق کام کرنے سے قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے دریافت کیا کہ حضرت قرب کیسے؟ فرمایا وہ جو آتا ہے میں اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں اوراس کے پاؤں ہوجاتا ہوں جن وہ چلتا ہے یہ تو نوافل کے ذریعہ قرب حاصل ہوتا ہے فرائض کا آپ دیکھ لیجیے۔

فرمایا کہ ایک دفعہ ہمارے حضرتؒ نے مجھے فرمایا کہ مولوی صاحب کھانا کھالو تو میری عادت تھی میں نے عرض کردیا کہ حضرت مجھے بھوک نہیں یا یہ کہ میں نے کھالیا تو فرمایا کہ مولوی صاحب میں اپنی طرف سے نہیں کہتا اس پر آئندہ کبھی انکار نہ کرتا کھانا کھالیا ہوتا تو بھی فرمانے پر اور کھالیتا۔

ایک دفعہ حضرت سہارنپوری تشریف لائے (حضرت مولانا خلیل احمدؒ) میں کھانا کھاچکا تھا تو جب حضرت سہارنپوری کے ساتھ حضرتؒ کھانا تناول فرمانے لگے تو مجھے بھی فرمایا میں بھی شریک ہوگیا۔حضرتؒ مجھے فرمایا کہ مولوی صاحب میں تمہارا خیر خواہ ہوں اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ساتھ کھانے کا بھی فائدہ ہوتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

ابن رئیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی | قسط 49

احرار کانفرنس قادیان کی قراردادوں کا متن

قادیان میں پہلی تاریخ ساز احرار کانفرنس کے متعلق گزشتہ شمارے میں ذکر کیا گیا تھا۔ جو کہ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ صدر احرار کے حکم پر امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ حضرت امیر شریعتؒ نے اس کانفرنس میں رات بھر تقریر فرمائی، اس کی ایک جھلکی ہم گزشتہ شمارے میں شورش کاشمیری مرحوم کی کتاب سے شائع کر چکے ہیں۔ حضرت امیر شریعتؒ کی تقریر کا متن جانباز مرزا مرحوم کی کتاب ''حیات امیر شریعت'' میں پڑھا جاسکتا ہے۔ یہاں پر احرار کانفرنس کے آخری اجلاس میں پیش کی گئی قراردادوں کا متن لکھا جاتا ہے۔ جو کہ روزنامہ ''زمیندار لاہور'' میں شائع ہوئیں۔

کانفرنس کے آخری اجلاس ۲۳/ اکتوبر ۱۹۳۴ء میں حسب ذیل قراردادیں منظور کی گئیں۔

قرارداد نمبر ۱:۔ چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے صاف الفاظ میں یہ اعلان کیا ہے کہ جو شخص مجھے نبی تسلیم نہ کرے وہ اسلام سے خارج ہے اور تمام دنیائے اسلام کے علماء مرزا غلام احمد قادیانی کو اس کے دعویٰ نبوت اور دیگر دعاوی وعقائد کفریہ کی بناء پر اسلام سے خارج اور مرتد سمجھتے ہیں اس لیے یہ کانفرنس حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ تمام مرزائیوں کو مردم شماری میں مسلمانوں سے الگ کر دیا جائے۔

(محرک) مولانا ظفر علی خاں۔ مؤید: مولانا ابوالوفا شاہجہان پوری، مولانا محمد مسعود ایڑوی، مولانا محمد مسلم فاضل دیوبند۔

قرارداد نمبر ۲:۔ ''چوہدری ظفر اللہ خاں کے تقرر کے خلاف احتجاج''

قراداد نمبر دو کی بنیاد صدرِ احرار، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے اس خط یا

اپیل کو بنایا گیا جو کہ انہوں نے عوام الناس کے نام مشتہر کیا تھا۔ یہ خط یا اپیل ہم گزشتہ شمارے میں شائع کر چکے ہیں۔

قرارداد کا متن:۔ تبلیغ کانفرنس کا یہ نمائندہ اجلاس آٹھ کروڑ مسلمانان ہند کے مسلسل احتجاج کے باوجود ظفر اللہ خان قادیانی کو جو اپنے عقیدے کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہے اور جس کو تمام مسلمان قادیانی عقائد کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے سمجھتے ہیں۔ وائسرائے کی مجلس منتظمہ میں اسلام کے نام پر رکن مقرر کیے جانے کو انتہائی رنج اور نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔

اس کانفرنس کی رائے میں حکومت نے متفقہ صدائے انتباہ کو جو مسلسل دو ماہ سے بلند ہو رہی ہے ٹھکرا کر ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات واحساسات سے بے اعتنائی حکومت کا شیوہ ہو گیا ہے اور وہ مسلمانوں کو مجبور کر رہی ہے کہ وہ یہ اعلان کر دیں کہ حکومت اپنے سیاسی مسلک کی تکمیل کیلئے قادیانیت کو فروغ دے رہی ہے اور قادیانی عقائد کو اپنی قوت سے مسلمانوں کا سرکاری مذہب بنانا چاہتی ہے۔ جس کو مسلمانوں کی تمام مذہبی جماعتیں اسلام کیلئے ایک ہولناک خطرہ تصور کرتی ہیں۔

مسلمانان ہند کا یہ اجتماع اپنے اس عزم بالجزم کا اعلان کرتا ہے کہ جب تک حکومت چوہدری ظفر اللہ خاں کے تقرر کو منسوخ کر کے اپنی قادیانیت نواز پالیسی میں تبدیلی نہیں کرتی مسلمانانِ ہند اپنے احتجاج کے سلسلہ کو برابر جاری رکھیں گے۔

اس کانفرنس کی رائے میں حکومت کے اس فیصلہ میں کہ وائسرائے کی ''مجلس منتظمہ'' مسلمانانِ ہند کے شدید احتجاج کے باوجود چوہدری ظفر اللہ خاں کو مقرر کیا جائے، سر فضل حسین کے مشورہ اور مساعی کو بڑا دخل ہے جو اسلام کے ساتھ کھلی ہوئی غداری ہے۔ یہ کانفرنس سر فضل حسین کے اس فعل کو نہایت نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے اور اس کے خلاف اپنے عدمِ اعتماد کا اظہار کرتی ہے۔

(محرک) مولانا حسین احمد مدنی (موئیدین) مولانا میر محمد مظہر قیم سجادہ نشین، مکان شریف ضلع گورداسپور۔ مولانا ظہور الحق شاہ کرنال گورداسپور۔ مولانا حکیم انور

الدین لائل پوری ۔ مولانا ظہور احمد بگوی۔ مولانا محمد بخش خطیب جامع مسجد راولپنڈی۔ چوہدری عبدالرحمٰن ایم۔ایل۔سی۔ راہون

(روزنامہ ''زمیندار'' ۲۴/اکتوبر ۱۹۳۴ء)

اس کانفرنس کی سب سے اہم بات یہ تھی کہ حکومت نے اس کے انعقاد پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ احراری اس موقع کو غنیمت جان کر قادیانیوں پر چڑھ دوڑے۔اس کانفرنس کے بعد قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک واضح لکیر کھنچ گئی اور اس طرح احرار کا قادیانیوں پر یہ پہلا بھرپور حملہ تھا۔عوامی سطح پر اس کے خوش گوار اثرات مرتب ہوئے۔وہ لوگ جو کہ قادیانیوں کے فریب کو نظر انداز کر دیتے تھے وہ بھی اب قادیانیوں کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔

یہ بات قادیانیوں کے لئے بڑی پریشان کن تھی،انہیں اس بات پر غصہ تھا کہ حکومت نے احراریوں کو ان کی مرضی کے خلاف اس کانفرنس کی اجازت کیوں دی۔قادیانی اپنے آپ کو حکومت کے چہیتے سمجھتے تھے،اور حکومت بھی ان کے ناز نخرے برداشت کرتی تھی۔مجلس احرار کی اس کانفرنس سے قادیانیوں کا مزا کرکرا ہو گیا،اور وہ حکومت سے شکوے شکایت کرنے لگے۔چنانچہ اس پر مرزا بشیر الدّین محمود نے شکوے شکایت کے ساتھ حکومت کو دھمکی دیتے ہوئے بیان دیا:

''پس جب تک ان افسران کو جنہوں نے ہم پر ظلم کیے ہیں انہیں سزا نہیں دی جاتی یا وہ معافی نہیں مانگ لیتے ہماری حکومت سے صلح نہیں ہو سکتی۔''میں نے کانگریس کی تحریک کو خوب غور سے دیکھا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ کانگریس ایک ایسی سکیم تیار کر رہی ہے جس سے گو بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ میدان سے ہٹ گئی ہے۔مگر عنقریب وہ گورنمنٹ (برطانیہ) کو ایسی مشکلات میں ڈال دے گی جس سے پھر اسے وفاداروں کی ضرورت محسوس ہو گی اور ہم پھر اپنے جھگڑے کو ایک طرف رکھ کر اس کی مدد کیلئے تیار ہو جائیں گے۔مگر حکومت نے (قادیان میں احرار کانفرنس) کی اجازت دے کر ہمیں سبق دیا ہے کہ اس سے سودا کیے بغیر تعلق نہیں رکھنا چاہیے۔ہم خود بھی آئندہ حکومت سے سودا کریں گے اور دوسروں کو بھی سودا کا سبق پڑھائیں گے۔

سوائے اس صورت کے کہ حکومت کی طرف سے ہم پر جو ظلم ہوا ہے اسے دور

کردے۔تب ہمارے تعلقات پہلے کی طرح ہو جائیں گے۔لیکن اگرایسا نہ ہوا تو ہماری مدد سودا کرنے کے بعد ہوگی ۔ اور ہم اپنی خدمات کا معاوضہ طلب کریں گے اور اس جھگڑے کے خاتمے پر پھر اپنی ہتک کا سوال گورنمنٹ کے سامنے رکھیں گے اور اس سے مطالبہ کریں گے کہ وہ ہماری ہتک کا ازالہ کرے اور یہ جھگڑا اس وقت تک جاری رہے جب تک گورنمنٹ سے اپنا حق نہ لے لیں گے۔(مرزا محمود اخبار ''الفضل'' ۲۱؍نومبر ۱۹۳۴ء)

حضرت امیر شریعتؒ کی گرفتاری اور پھر ضمانت پر رہائی

انگریز بڑا عیار ہے، وہ کبھی کسی کا نہیں ہوا، اصل میں قادیانی کچھ زیادہ ہی انگریز کے منہ چڑھ گئے تھے، اس نے احراریوں کو قادیان میں کانفرنس کی اجازت دے کر قادیانیوں کو ان کی اوقات یاد دلانے کی کوشش کی تھی۔انگریز اور قادیانی دونوں ایک دوسرے کی مجبوری تھے۔مرزا بشیرالدّین نے جب یہ بیان دیا تو انگریز نے کچھ عرصے کے بعد قادیانیوں کی اشک شوئی کے لئے دو کام کئے۔ پہلا یہ کہ امیر شریعتؒ کے خلاف مقدمہ قائم کیا۔آخر خود کاشتہ پودے کی حفاظت کے لئے امیر شریعتؒ کو قادیاں کانفرنس کی تقریر کی بنا پر دفعہ (۱۵۳؍الف) کے تحت مسوری سے ۷دسمبر ۱۹۳۴ء کو گرفتار کر لیا گیا۔لیکن دوسرے ہی دن ڈیرہ دون سے انہیں ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔یہ ضمانت ڈاکٹر محمد امیر صاحب نے دی جو ان دنوں ڈیرہ دون میں وٹرنری ہسپتال کے انچارج تھے۔

امیر شریعتؒ پر مقدمہ پر رئیس الاحرارؒ کا راست اقدام

جیلوں میں جانا اور مقدمات کا سامنا کرنا احرار راہنماؤں کے لئے کوئی مشکل کام نہ تھا، ڈر اور خوف ان لوگوں کی چمڑی ہی میں نہیں تھا۔اس اعتبار سے دیکھا جائے تو امیر شریعتؒ پر قادیان کانفرنس میں تقریر پر جو مقدمہ بنایا گیا تھا، سابقہ تجربات کی روشنی میں اس کی بظاہر کوئی اہمیت نہ تھی، یہ ایسا سلسلہ تھا جو کہ کبھی بھی رُکنے والا نہیں تھا۔کیونکہ احرار راہنماء ہر وقت جیلوں اور کال کوٹھریوں کے مہمان بننے کے لئے مستعد رہتے تھے۔اس سے پہلے ان حضرات پر جو بھی مقدمات قائم کئے گئے اور سزائیں دی گئیں تھیں ان سب کی نوعیت سیاسی تھی۔مگر قادیان کانفرس میں تقریر کی بنیاد خالصتاً مذہبی تھی، یہ ختم نبوت کی حفاظت کا مسئلہ تھا، انگریز چاہتا تھا کہ مسلمان کسی نہ کسی طرح سے قادیانیوں کو بھی اسلام کا حصہ مان لیں، مگر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی اس سحر انگیز تقریر نے قادیانیت کے وہ تمام بُت توڑ ڈالے تھے جن پر جھوٹی نبوت کے ذریعہ اسلام کی ملمع سازی کی گئی

تھی ۔۔رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اس مقدمہ کی کاٹ کو سمجھتے تھے۔اگر اس کو بھی سابقہ مقدمات کی طرح چھوڑ دیا جاتا تو امت کو بڑا نقصان پہنچ جاتا۔یہ صرف سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی ذات کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ احرار نے قادیانیوں کے خلاف ختم نبوت کی جو تحریک شروع کر رکھی تھی اس پر گہرا بُرا اثر پڑتا۔لوگوں کے دلوں پر قادیانیت کا رعب پڑ جاتا اور آئندہ آنے والے وقت میں قادیانیت کے فروغ کا باعث بنتا اور عوام الناس مجلس احرار سے تعاون نہ کرتے۔رئیس الاحرارؒ نے حضرت امیر شریعتؒ پر مقدمے کو سیاسی انداز میں لیا اور اس پر کام شروع کر دیا۔نیز رئیس الاحرارؒ اور امیر شریعتؒ میں ایک ایسا تعلق بھی تھا ’’جسے یک جان دو قالب‘‘ کہا جاتا ہے۔معلوم ہوتا تھا کہ یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے لئے بنائے گئے ہیں۔چنانچہ رئیس الاحرارؒ نے دو طریقوں سے اس پر کام شروع کیا۔اوّل یہ کہ انہوں نے ہندوستان کی معزز بزرگ شخصیات سے اس سلسلہ میں خطوط لکھے اور ان سے دعا اور ان کے متوسلین سے تعاون کی درخواست کی ۔دوسرے یہ کیا کہ اس مقدمے کو عوامی سطح پر اُبھارا،عوام کی حمایت سے اس مقدمے پر اثر انداز ہونے کے لئے کام شروع کیا۔جس میں امیر شریعتؒ کو عوامی سطح پر اس انتہا پر لے جانا تھا کہ اگر امیر شریعتؒ کے خلاف فیصلہ آئے تو عوام کی طرف سے حکومت اور قادیانیوں کو سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے،عوام اس فیصلہ کو صرف امیر شریعتؒ کی ذات کا معاملہ نہ سمجھیں بلکہ اسے دینی غیرت کے خلاف اقدام سمجھا جائے۔اوّل مرحلہ میں جس شخصیت کے ساتھ سب سے پہلے خط و کتابت کی وہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ذات بالا صفات تھی۔اس خط و کتابت کو رئیس الاحرارؒ نے صرف امیر شریعتؒ کی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ قادیانیت کو بھی باقاعدہ موضوع بنایا۔چنانچہ حضرت حکیم الامتؒ نے بھی رئیس الاحرارؒ کو مایوس نہیں کیا، بلکہ بھرپور تعاون فرمایا۔اس سلسلہ میں ان دونوں بزرگوں کی خط و کتابت یہاں پیش کی جاتی ہے۔

رئیس الاحرارؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ میں خط و کتابت

مکتوب نمبر ا

یکم فروری ۱۹۳۵ء

بخدمت حضرت حکیم الامت صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ:

عرصہ ہوا ایک عریضہ آپ کی خدمت میں لکھا تھا۔ جس کا جواب بھی آپ نے عنایت فرما دیا تھا۔ مجھے یہ سن کر دُکھ ہوا ہے کہ آپ کو اس خط سے ملال پہنچا ہے۔ حالانکہ میں نے آپ کی خانقاہ میں مسئلہ ختم نبوت پر تقریر کرنے کی اجازت مانگی تھی، کیونکہ ہماری جماعت مجلس احرار اسلام کی اوّلین ترجیح مرزائیت کی بیخ کنی ہے۔ اور عوام ہی نہیں بلکہ خواص علماء کرام کا طبقہ بھی مرزائیت کی حقیقت سے اچھی طرح واقف نہیں، اس کے باوجود بلا کسی بحث کے میں اپنی اس جسارت پر معذرت چاہتا ہوں کیونکہ میرے نزدیک سب سے بڑی نیکی اللہ کے بندوں کو خوش رکھنا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس شخص نے میرے بچپن کی زندگی میں مجھے انقلابِ اُمت کے لفظ سے مانوس کیا اور جس کی بے نظیر کوششوں نے واقعی عقائد میں انقلاب پیدا کیا، میں اس شخص کے ہاتھوں ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے سیاسی انقلاب کا بھی ہمیشہ سے امیدوار رہا، خاص طور پر آپ سے۔ میں کبھی آپ سے ملا نہیں، دیوبند اور سہارنپور میں آپ سے بلا کسی تعارف کے مصافحہ کیا۔ ۱۹۳۱ء میں آپ امرتسر تشریف لا رہے تھے تو آپ کو لکھ کر روک دیا تھا، اس لئے کہ خیال تھا کہ کہیں لوگ آپ کی توہین نہ کریں، جسکے جواب میں صرف آپ نے مجھ کو جزاکم اللّٰہ لکھ کر بھیجا تھا۔ تحریکِ خلافت میں آپ کے مریدوں نے آپ کے خلاف سخت الفاظ کہے اور سنے اور اس فقیر نے نہ کبھی سخت لفظ کہا نہ سنا۔ بلکہ لکھنؤ اور دیوبند کے عظیم الشان جلسوں میں آپ کے خلاف سرکار پرستی کا الزام لگایا گیا، تو میں نے اس کی تردید کی۔ اور کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ میرے سامنے آپ کی یا کسی بزرگ کی توہین کر سکے۔ کیونکہ میری یہ ہمیشہ سے رائے ہے کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں یا کرتے ہیں وہ نیک نیتی پر مبنی ہوتا ہے۔ میرے دل میں آپ کیلئے عقیدت اور محبت ہمیشہ سے ہے۔ ۱۹۲۰ء سے میری قطعی رائے ہے کہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سیاست کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں ہوتی تو ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ حال نہ ہوتا۔ میں نے بار ہا جلسوں میں کہا کہ ’’مولانا تھانوی کے تحریکات سے الگ رہنے سے اُن کو کچھ نقصان نہیں پہنچا، البتہ مسلمان قوم ایک بہتر رہنما سے محروم ہوگئی‘‘۔

سچ کہتا ہوں اگر آپ میدان میں ہوتے تو ہزار ہا ہندو بھی مسلمان ہو جاتے، اور گاندھی جیسا شخص بھی مسلمان ہو جاتا، کیونکہ جو مسلمان ان لوگوں کے ساتھ رہے اُن کا شخصی تقویٰ یا شخصی حالات ان ہندوؤں کے مقابلہ میں روپیہ سے ایک پیسہ بھی نہیں۔

آج دنیا میں مشہور ہے کہ گاندھی کا ضبط و انتظام اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ میرا یقین ہے کہ آپ کے ضبط و انتظام میں وہ روپے میں دو پیسے بھی نہیں۔ آپ یقین کریں کہ یہ لوگ اسلام کے دروازہ پر آ کر واپس ہوئے ہیں کیونکہ جن لوگوں کو انہوں نے دیکھا وہ اس قابل نہ تھے کہ اسلام کی محبت ان کے دلوں میں پیدا کر

دیتے۔ خیر یہ تو ایک وہ حصہ ہے جو بیس صفحات میں بھی ختم نہیں کر سکتا۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم

کہ دل آزردہ نہ شوی ورنہ سخن بسیار است

برادرِ عزیز خیر محمد سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کی صحت کسی قدر خراب رہتی ہے۔ بہت صدمہ پہنچا، دل بے چین ہے کہ ایک دفعہ آپ کی زیارت کی جائے۔ خدا سے دعاء کرتا ہوں کہ مجھے اس کی جلد توفیق عطا فرمائے'' جی چاہتا ہے کہ آپ کی موت خانقاہ کے حجرہ میں نہ ہو بلکہ ایسی جگہ اور ایسے مقام پر ہو جو ہندوستان کے مسلمانوں کے قلوب میں اس طرح مر مٹنے کی آگ لگا دے اور بالخصوص علماء کی مردہ جماعت میں حقیقی زندگی پیدا ہو جائے کیونکہ متقی کی قربانی دنیا کو متقی بنا دیتی ہے''۔

فتنۂ قادیان:

قادیانیوں کے متعلق جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ مجلس احرار کر رہی ہے اس کا ذکر آپ نے سن لیا ہو گا۔ سید عطاء اللہ شاہ صاحب پر حکومت نے دفعہ ۱۵۳/الف کے ماتحت مقدمہ چلایا ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ حکومت مرزا محمود اور اس کے باپ کی تقدیس جبراً کروانا چاہتی ہے۔ حکومت کا ایک یہ بھی مقصد ہے کہ قادیان میں آئندہ کانفرس نہ ہو۔ الحمدللہ ہماری جماعت کے لئے اسلام کی عظمت وطن کی آزادی کیلئے قید ہو جانا ایک معمولی بات ہے، مگر تجربہ ہوا ہے کہ مقدمہ کی پیروی کرنا مشکل ہے کیونکہ اس پر ہزار ہا روپیہ خرچ ہوتا ہے۔

قادیان سے باہر پچاس بیگہ زمین ہو، قادیان کے اندر شہر میں مدرسہ دار المبلغین اور دفتر احرار کیلئے زمین کی سخت ضرورت ہے۔ اس وقت قادیان میں جو مدرسہ ہے اس کا خرچ قریباً دو سو روپیہ ماہوار ہے۔ ایک ہفتہ وار اخبار بھی عنقریب قادیاں سے نکالا جائے گا۔ اگر پانچ سو روپیہ ماہوار بھی ہم قادیاں میں خرچ کر سکیں تو انشاءاللہ العزیز آپ کی دعاء سے شاید مرزا محمود قادیاں چھوڑ کر بھاگ جائے۔ قادیان کے اندر ایک زمین مل رہی ہے جس کی قیمت چھ ہزار روپیہ ہے اور باہر کی زمین کا اندازہ بیس ہزار روپیہ ہے۔ ان چیزوں کا اس لئے اعلان نہیں کرتا ہوں کہ دشمن ہر چیز کی قیمت بڑھا دے گا۔ یہ سب کام دعاء اور مخصوص طریقہ سے ہو سکتے ہیں۔ ایک دفعہ زندگی میں قادیاں میں بھی ایک وعظ فرما دیجیے، اللہ ہمارے سب کام کر دے گا۔ اور انشاءاللہ العزیز کسی کام کا بھی اندیشہ اور خطرہ نہیں ہے۔

دنیا آپ سے مایوس ہے کہ اب آپ کہیں باہر تشریف نہیں لے جائیں گے۔ مگر میں نہ کبھی مایوس ہوا ہوں اور نہ مایوس ہوں۔ اس خط میں اگر کوئی ناگوار بات لکھی گئی ہو تو معاف فرما دیں اور میری جماعت کے تمام

دوست آپ کی دعاء کے محتاج ہیں۔ والسلام مع الکرام حبیب الرحمٰن لدھیانوی ،صدر مجلس احرار، ہند

حضرت تھانویؒ کا جواب

مکرّمی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دام فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ:

کرم نامہ نے ممنوں یاد آوری و خیر خواہی فرمایا۔ چونکہ فضلاء کے سامنے تطویلِ کلام خلافِ ادب ہے اس لئے بالکل مختصر مگر ہیچ ہیچ عرض کرتا ہوں۔ معافی تو اُسی وقت ہو جاتی ہے جس وقت میں اپنا رنج ظاہر کر دیتا ہوں۔ میں اصل بات کی ابتدائی سطروں کو نہیں سمجھا۔ میری تعریف جو کچھ آپ نے فرمائی ہے اُس کا ممنوں ہوں، میرے متعلق حُسنِ ظن سے جو کچھ تحریر فرمایا میں اس کا شکر گزار ہوں، مگر اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ خلافِ تحقیق بھی حُسنِ ظن ہو جاتا ہے اور تحقیق میری حالت کی یہ ہے

آں راکہ عقل وہمت و تدبیر و رائے نیست
خوش گفت پردہ دار کہ کس درسرائے نیست

معلوم نہیں مولانا خیر محمد صاحب نے کیا فرمادیا بحمد للہ میری صحت جسمی خاصی ہے۔ واللہ صحت روحی میں کافی کمی ہے جس میں دعاء کا محتاج ہوں۔ رہی زیارت تو اس کا لطف تناسب میں ہے مگر اب کامل میں ناقص کا تناسب کہاں۔ میں موت کے وقت آپکی تجویز سے خوش ہوں مگر میری تجویز یہ ہے کہ جو ہیئت حق تعالےٰ کے علم میں خیر ہو وہ نصیب ہو۔ قادیانی واقعات سے قلب مجروح ہے۔

مگر اس کا مرہم مجھ جیسے کی قدرت میں نہیں بجز دعاء کے اگر وہ مرہم ہو ورنہ دعاء کا ثواب تو کہیں گیا ہی نہیں۔ سفر سے میری معذوری غالباً آپ کو مفصل معلوم نہیں اور اچھا بھی ہے کہ معلوم نہیں ورنہ اس مشورہ کا ثواب کیسے ملتا۔ مگر مجھ کو تو معلوم ہے اس لئے عذر پر عمل جائز ہے۔ لیکن اگر میں اس عذر سے بھی خالی ہوتا تو ایک دوسرا عذر میرے لئے موجبِ رخصت ہوتا، اور وہ عذر گویا روح ہے۔ میری مجموعی حالت ہے اور اجمالی جواب ہے۔ آپ کے ارشادات اور اُس کا حاصل یہ ہے کہ اُمت کو جیسے ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ضرورت ہے، اسی طرح ابوذرؓ کی بھی۔ اور اُن بزرگوں کے بعد اُن کے مشابہین و متشبہین کی۔ اور دونوں کیلئے حضور اقدس ﷺ نے جو مختلف تجویزیں فرمائی ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ ایک کیلئے سلطنت تجویز فرمائی دوسرے کیلئے لا تولین مال یتیم ولا تقضین بین اثنین۔ اوّل کی بناء قوت ہے دوسری کی بناء ضعف چنانچہ منصوص ہے۔ آپ نے تشخیص کا تشابہ اختیار کیا۔ میں نے ابوذرؓ کی تشبیہ۔ گو صورۃً ہی سہی۔

والسلام ناکارہ آوارہ اشرف علی عفی عنہ

مکتوب نمبر۲

سیدی وسندی حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ: چند یوم سے دہلی میں آیا ہوں۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اگر آپ چند فقرے تحریر فرمادیں جن کا منشا یہ ہو کہ قادیان میں شعبہ تبلیغ احرار نے فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے لئے جو کام شروع کررکھا ہے اس کی ہر قسم کی امداد کی جائے۔ خصوصاً وہ لوگ جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، وہ اس بارے میں خاص امداد کریں۔ اعلان کی الفاظ کی عبارت آپ کے اختیار میں ہے جس طرح آپ مناسب خیال فرمادیں تحریر فرمادیں۔

تجربہ کے بعد یہ معلوم ہوا کہ قادیان سے باہر قادیانیوں کے خلاف جو کام کیا جاتا ہے وہ ایک روپیہ میں آنہ اثر رکھتا ہے۔ اور قادیاں کے اندر روپیہ میں ۱۵/ آنے۔ شعبہ تبلیغ کی طرف سے جو کام اس وقت قادیان میں ہورہا ہے اس نے مرزا محمود کو نیم پاگل کردیا ہے۔ مگر اس وقت ہمارے پاس اپنی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے سخت مشکلات پیش آرہی ہیں۔ قصبہ قادیان کے اندر جگہ کی ضرورت ہے جس میں ہم مسجد مدرسہ اور شعبہ کا دفتر بناسکیں۔ قصبہ کے باہر پچاس بیگہ اراضی کی ضرورت ہے جس میں کہ سالانہ کانفرنس ہوسکے۔ حکومت اور قادیانی صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہم قادیان میں نہ رہیں اور وہاں کانفرنس نہ ہوسکے۔ اس وقت مبلغ ۵۰۰ روپیہ ماہوار قادیان پر خرچ کررہے ہیں۔

الحمدللہ آپ کی دعا سے اس تھوڑے سے عرصہ میں مرزائیت کو جو دھکا لگا ہے وہ گذشتہ پچاس سال میں بھی نہ لگا ہوگا۔ اور جس دن ہم وہاں زمین خریدیں گے تو میرا یقین ہے کہ حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ کچھ ظہور میں آئے گا جس کا ہم اس وقت خیال بھی نہیں کرسکتے۔ کسی وقت موقع ملا تو حاضر ہوکر زبانی عرض خدمت کرونگا کیونکہ سب باتیں تحریر میں نہیں آسکتی ہیں۔ میں خط لکھنے کی جرأت نہ کرتا لیکن آپ کے بعض معتقدین نے مجبور کیا کہ میں آپ سے اس قسم کے اعلان کی درخواست کروں جو کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ یہ عرض کرنا بھول گیا کہ ہم قادیان میں ''ختم نبوت'' کے نام سے ایک اخبار نکال رہے ہیں اور اگر خداوند تعالیٰ نے توفیق دی تو ایک پندرہ یومیہ انگریزی اخبار بھی نکالا جائے گا۔ والسلام

فقیر، حبیب الرحمٰن لدھیانوی صدر مجلس احرار السلام ہند

جواب از حکیم الامت رحؒ

مکرّمی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دام فیوضہم

السلام علیکم: کچھ مضمون لکھ دیا ہے، بے عنوان خط اس لئے لکھا ہے کہ بعنوان اعلان لکھنے کی عادت

نہیں۔خطوط مسطرہ کی خط کشیدہ عبارت سے شرم بھی دامنگیر ہے۔طبیعت میں ایک خاص ضعف ہے جس سے ایسی نسبتوں کے جتلانے کی ہمت نہیں۔کس زبان سے میں اپنے کو اس قابل کہوں کہ مجھ سے کوئی تعلق رکھتا ہے۔اگر خلافِ مصلحت نہ ہو تو میرا خط بھی شائع فرما دیجئے ہمراہ حاضر ہوتا ہے۔صحیح تجربہ ہے اس کی ایک تائید بھی میں نے نص سے لکھ دی ہے، اللہ امداد فرمائے۔ہاں میں ابھی اس شرف کا تحمل نہیں کر سکتا۔ہاں مجھ سے ممکن خدمات لیجئے سب امیدوں سے خدا تعالیٰ کامیاب فرمادیں۔

کیا ہرج ہے، بے تکلف لکھئے۔جو چاہیں اور مجھ کو بھی جواب میں بے تکلفی کی اجازت فرمادیں نمبر ا نمبر ۲ یہ دونوں اخبارات انشا اللہ بہت نافع ہونگے۔آج کل اس سے بھی زیادہ توجہ ہونی چاہئے، تیزی نہ ہو۔

ناکارہ اشرف علی عفی عنہ

حضرت تھانویؒ کا خط جس میں مجلس احرار اسلام سے تعاون کی اپیل کی گئی ہے

مکرمی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دام فیوضہم

السلام علیکم رحمۃ اللہ: عنایت نامہ پہنچا۔مجلس احرار کا شعبۂ تبلیغ دفع مضرت قادیان کے لئے جو نصرتِ اسلام کر رہا ہے وہ سب اہلِ اسلام کا فریضہ ہے جس کو مجلس احرار نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

(۲) خصوصاً اس کی یہ تجویز ہے کہ قادیان کے اندر مسجد و مدرسہ و دفتر ہو، اور جس کو مجلس احرار نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

(۳) مقصود بالا میں اس کی امداد تمام مسلمانوں پر بقدر استطاعت واجب ہے۔یہ تینوں دعوے نصوص سے مؤید ہیں۔اوّل فلقوله تعالیٰ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْقَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَئٌ الآیۃ بالمقام قوله علیه السلام من رأی منکم منکر افلغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبلقبه الحدیث آیت سے غیر نبی کے دعویٰ نبوت کا جو کہ افتراء علی اللہ ہے، ظلم عظیم ہونا اور اس ظلم کا منکر شدید ہونا اور حدیث سے اس منکر کے تغیر کا بقدر استطاعت واجب ہونا ظاہر ہے۔

اما الثانی فلقوله تعالیٰ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا تُصِیْبُھُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَۃٌ اَوْتَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِھِمْ الآیۃ۔ ودلالۃ غیر خفی علی اھل العلم۔ اما لثالث فلقوله تعالیٰ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ ۔مع الحدیث اور زکور اور اعانت باتفاق مال کے کہ وہ بھی ایک سہل فرد ہے تغیر بالید کی۔ چنانچہ مال کو ذات الید بھی کہا جاتا ہے۔استعانت کا عام ہونا ظاہر ہے کیونکہ

ایسا کوئی مسلمان نہیں جو ایک پیسہ بھی نہ دے سکے۔ اور اگر بالفرض محال ایسا کوئی ہو بھی تو وہ دعاء قلبی سے فلیغیر بالقلب پر عمل کر سکتا ہے۔ بہرحال اس طرح سے اس تغیر واعانت کے سب مکلّف ہوتے ہیں۔ میں ایک حقیر رقم پچیس روپیہ کی مجلس احرار کی نذر کرتا ہوں اور دُعاء بھی کرتا ہوں۔ اور عمال مجلس کی خدمت میں خیر خواہی سے مشورہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اس خدمت میں بھی مثل دیگر خدمات کے حدود شرعیہ کو ملحوظ رکھیں۔ خصوصاً تقریر و تحریر میں ظاہراً امن وسکون کا اور باطناً صدق وخلوص کا احترام رکھیں جس سے یہ خدمت اپنی ہیت میں اُدُعُ اِلٰی سَبِیلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَن کا نمایاں نمونہ ہو جائے۔ بلکہ اگر دوسری جانب سے کچھ ناگواری بھی پیش آوے۔ تب بھی اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَن کو دستور العمل بنایا جائے۔ اور اگر نفس میں ہیجان بھی ہو تو اس تعلیم کے آخر کے تتمہ پر عمل کیا جاوے یعنی قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْن۔ اب شعبہ کی کامیابی کیلئے اس کی اعانت کرنے والے حضرات کیلئے دارین کی صلاح وفلاح ونجاح کی دعا پر اس معروضہ کو ختم کرتا ہوں والسلام

(از احقر اشرف علی تھانہ بھون ۵ ذیقعدہ ۵۳ھ)

مکتوب نمبر ۳

شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرار اسلام ہند لاہور

28-02-1935

سیدی سندی حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم

السلام علیکم: آپ کا گرامی نامہ معہ پچیس روپیہ کے لاہور میں وصول ہوا۔ احقر دہلی سے شریعت کانفرس کی شمولیت کیلئے پشاور چلا گیا، آج وہاں سے واپس آیا ہوں۔ آپ کا اعلان بشکل خط بھی مل گیا۔ آپ کی اس عنایت اور دلی شفقت سے جو آپ نے فرمائی ہے مجھ کو اس قدر مسرت اور خوشی ہوئی ہے جسکو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اب میرا پختہ یقین ہو گیا ہے کہ انشا اللہ قادیانیت فنا ہو کر رہے گی۔ کیونکہ جس کام میں آپ جیسے حضرات کی سرپرستی شامل ہو جائے وہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک یقیناً مقبول ہو جاتا ہے۔

حضرت کو ہر وقت اور ہر بات کے تحریر فرمانے کا حق ہے۔ میں اور میری جماعت اپنی سعادت سمجھے گی کہ آپ مختلف اوقات پر ہماری رہنمائی فرماتے رہیں۔

اخبارات جو قادیان سے نکلیں گے وہ خالص تبلیغی ہونگے۔ ان میں انشاءاللہ تیزی نہیں ہو گی۔ حاضری کی اجازت بھی بے تکلف عنایت فرماویں۔ انشاءاللہ میری حاضری کسی طرح بھی آپ کیلئے تکلیف کا باعث نہ ہوگی۔ صرف اجازت چاہتا ہوں۔ یہ مجھے خود بھی معلوم نہیں ہے کہ کب حاضر ہونگا۔ دس روز کیلئے دہلی جا رہا ہوں۔ پتہ یہ ہے۔ رسید ارسالِ خدمت ہے۔

والسلام مع الاکرام۔ حبیب الرحمٰن لدھیانوی

جواب از حکیم الامتؒ

از تھانہ بھون

مکرّمی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دام فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ: یہ آپ کی خوبی ہے کہ معمولی چیز کی قدر افزائی فرمائی ورنہ خط کیا اور رقم حقیر کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے یقین کو واقع فرما دے۔ مگر میرا یہ یقین ہے کہ قادیانیت کے فنا ہونے میں آپ کی سعی و خلوص کا اثر ہوگا۔ باقی دعاء میں، میں بھی شریک ہوں اور رہونگا۔

بار بار آپ کے ارشاد سے خجل ہوتا ہوں۔ وہی منظر سامنے ہو جاتا ہے۔ اِدھر سے ایسے گناہ پیہم اُدھر سے یہ معلوم عنایت۔

مگر خط کی سطر ۸ کی خط کشیدہ اجازتی عبارت پر عرض کی جسارت کرتا ہوں کہ میں بھی صاحب جلال کَمَا سَمِعْتُکُمْ اور آپ بھی صاحب جلال کَمَارَأَیْتُ مِنْ مَکْتُوْبِکُمُ الاَوّل تو مجموعہ جلالین کا واقع ہو گیا۔ اور جلالین کی خاصیت عدم اجتماع ہے۔ چنانچہ خود اس نام کی کتاب میں بھی ایک جلال کے اخفا کے بعد دوسرا جلال نمایاں ہوا۔ البتہ بلا استفسار آپ تشریف لے آویں تو میرے یہاں آپ کے لئے کوئی پابندی نہیں۔ اس میں یہ مصلحت ہے کہ نہ آپ کے ذمہ میری اعانت ہوگی نہ میرے ذمہ آپ کی رعایت، اور استجارت و اجازت میں دونوں مقید ہو جائینگے، جو شانِ احرار کے خلاف ہے۔ میں اس اجازت کا شکر گزار ہوں، باقی میں نادان و ناتواں ہوں کیا رہبری کرتا کہ نہ علم رکھتا ہوں نہ قوت۔ اللہ تعالیٰ ان اخبارات کو نافع فرمائے۔ میں نے لفافہ کو قصداً بغرضِ حفاظت نیم بیرنگ رکھا ہے۔ معاف فرما دیں۔

والسلام۔ احقر اشرف علی عفی عنہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ

ولادت

آپ ضلع گوجرانوالہ کے ایک چھوٹے سے قصبہ جلال نزد ریلوے اسٹیشن گکھڑ ۲ر رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ کو جمعۃ المبارک کے روز پیدا ہوئے۔آپ کے والد ماجد کا نامِ نامی حبیب اللہ تھا جو ایک صالح اور دیندار بزرگ تھے اور چشتیہ خاندان میں بلند مقام کے مالک تھے۔آپ کے والدین نے پیدائش سے قبل ہی آپ کو دین کی خدمت کیلئے وقف فرمادیا تھا۔

تعلیم وتربیت

اوائل عمر ہی میں آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو خود ہی قرآن پڑھایا اور پھر آپ کو ایک قریبی گاؤں کوٹ سعد اللہ کے پرائمری سکول میں داخل کرادیا گیا۔ بعد میں آپ نے تلونڈی کھجور والی کے سکول میں داخلہ لیا اور پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد گوجرانوالہ کی جامع مسجد میں مولانا عبدالحق صاحبؒ کے حلقۂ درس میں داخل کیا گیا۔ جہاں نصابِ فارسی سے آپ کی دینی تعلیم کی ابتدا ہوئی۔ابھی چند ہی مہینے یہاں گذرے تھے کہ آپ کو حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے ہمراہ سندھ بغرض تعلیم وتربیت بھیج دیا گیا۔ حضرت سندھیؒ سخت مزاج تھے اور ہر وقت آپ کو کام میں مصروف رکھتے۔جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانا، گھر کا پانی بھرنا، مولانا سندھیؒ اور اپنے چھوٹے بھائیوں کے کپڑے دھونا آپ کے فرائض میں شامل تھا۔سات سال تک ایک روٹی پر گزارہ کرتے رہے۔جب بھوک زیادہ ستاتی تو جنگل میں چلے جاتے اور جنگلی بیروں اور کیکر کی پھلیوں سے پیٹ بھر لیا کرتے۔

بیعت

مولانا سندھیؒ آپ کو لے کر امام العارفین حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت دین پوریؒ نے از خود آپ کو سلسلۂ قادریہ میں بیعت فرمالیا اور اسمِ ذات کی تلقین فرمائی۔اس وقت آپ کی عمر ۹ برس کی تھی۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت نہ مجھے بیعت کا پتہ تھا نہ

ذکراذکار کا کوئی علم تھا نہ اُس سے پہلے کبھی لطیفۂ قلب سنا تھا۔لیکن خدا کا شکر ہے کہ حضرتے دین پوریؒ کے بتائے ہوئے سبق کو جو پڑھنا شروع کیا تو زندگی کے آخری لمحہ تک اُسے نبھایا اور اسے نبھانے کی خدا نے توفیق دی۔فرمایا امروٹ شریف جب جانا ہوا تو حضرت قطب الاقطاب مولانا سید تاج محمود امروٹیؒ کی شفقت کی بھی انتہا نہ تھی۔ وہاں کئی سال طالب علمی کی زندگی گذاری۔ پھر مولانا سندھیؒ نے اپنا مدرسہ جب پیر جھنڈے میں منتقل کرلیا تو ہمیں وہاں اُن کے ساتھ جانا پڑا مگر میرا قلبی تعلق حضرت امروٹیؒ سے بدستور جاری رہا۔مگر تعلیم کے بعد جب وہاں اور لاہور وغیرہ قیام کرنے کا اتفاق ہوا تو اکثر اور بیشتر ان دونوں حضرات کی خدمت میں کاسۂ گدائی لے کر حاضر ہوتا۔اِدھر سے جو خیر ملتی وہ بھی کاسۂ گدائی میں ڈال لیتا۔اُدھر سے جو خیر ملتی وہ بھی کاسۂ گدائی میں ڈال لیتا۔

دارالرشاد میں قیام

حضرت سندھیؒ نے گوٹھ پیر جھنڈا میں دارالرشاد کے نام سے ایک درس گاہ قائم کی اور اسی میں آپ کو بھی تربیت دی۔تکمیلِ علم کے بعد آپ کو اسی درگاہ میں مدرس مقرر کردیا گیا۔

پہلی شادی

حضرت سندھیؒ کی بڑی صاحبزادی کا عقد آپ سے کردیا گیا۔مگر ایک ہی سال کے بعد آپ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوگیا۔

دوسری شادی

آپ کی دوسری شادی حضرت مولانا ابو محمد احمدؒ چکوالی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ نکاح حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ نے دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں پڑھایا۔اپنی شادی کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب نکاح کے خیال سے مجھے مولانا سندھیؒ پیر جھنڈے سے دیوبند لے گئے تو دُور دراز سفر سفر کی وجہ سے میرے کپڑے سخت میلے ہوگئے تھے۔انہوں نے مجھے اطلاع نہیں دی تھی کہ تمہارے نکاح کیلئے تمہیں لے جارہے ہیں۔میرے پاس کپڑے دھونے کیلئے پیسے بھی نہ تھے۔نکاح کے وقت سب سے میلے کپڑے میرے ہی تھے اور جب واپس نواب شاہ آئے تو ہمارے گھر میں کوئی چارپائی بھی نہ تھی۔سو کرائے پر چارپائی لایا اور گھر میں کوئی پکانے کے برتن وغیرہ بھی نہ تھے۔

جمعہ کے روز کپڑے دھوکر اپنی سوتی ٹوپی کو جست کے ایک کالب پر کلف لگایا کرتا تھا۔ اس میں روزانہ بکری کا دُودھ لے آتا جو سندھ میں روٹی کے ساتھ کھانے کا عام رواج ہے اور میری بیوی چونکہ لاہور کی رہنے والی تھی جہاں سالن کے ساتھ روٹی کھانے کا رواج تھا اس لیے اگرچہ وہ مجھے مجبور تو نہ کرتی مگر چونکہ وہ بکری کے دودھ سے روٹی کھانے کی عادی نہ تھی میں خود ہی دونوں وقت بازار سے ایک وقت بازار سے ایک ایک پیسے کا پکا ہوا سالن لے آیا کرتا تھا۔ میری بیوی نے دین کے سلسلہ میں میری سب سے زیادہ مدد کی۔ اس نے کبھی مجھے کھانے پہننے اور روپے پیسے کے بارے میں تنگ نہیں کیا جو اللہ نے دیا اُسے دے دیا۔ خدا نے عطا فرمایا اسے کھلا دیا۔ جو خدا نے پہننے کو دیا اُسے پہنا دیا۔ لاہور کے زمانے میں تو ابتدا میں فاقہ کشی کی نوبتیں بھی آتیں اور اس کے زیور بیچ بیچ کر مکان کا کرایہ دیتے رہے مگر وہ کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لاتی۔ اس لیے میں خدا کا بڑا ہی شکر ادا کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے ایسا ساتھی دیا جس نے مجھے دنیا کیلئے کبھی تنگ نہ کیا اور خدا نے اس کا بدلہ یوں چکایا کہ اس کے خاندان میں کسی کو یہ شرف حاصل نہیں کہ سات آٹھ مرتبہ حج اور عمرے نہایت آرام سے بذریعہ ہوائی جہاز کیے اور پھر مزید اس کی خوش بختی ہے کہ اُس کا ایک بیٹا آج مدینہ منورہ میں عربی زبان میں درسِ قرآن وحدیث دیتا ہے اور اس کے دو بیٹے لاہور میں خدمتِ قرآن میں مصروف ہیں۔ دراصل اس میں بھی اس کے دینی ذوق وشوق کو بہت بڑا دخل ہے۔ اگر وہ مجھے اپنے بیٹوں کی دنیاوی تعلیم کیلئے عام عورتوں کی طرح مجبور کرتی کہ اگر یہ سکول کی تعلیم نہ حاصل کریں گے انگریزی نہ پڑھیں گے تو کہاں سے کھائیں گے مُلّا رہ جائیں گے اور ان کی شادی بیاہ کیسے ہوں گے؟ بلکہ یہ تو دینی تعلیم میں مجھ سے بھی دو ہاتھ آگے تھیں۔

دینی اور ملی خدمات

حضرت سندھیؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کے ایماء پر دیوبند میں جمعیۃ الانصار قائم کی جس کا مقصد فضلائے دیوبند کی تنظیم کرنا تھا۔ حضرت سندھیؒ نے دس افراد کو قرآن کی انقلابی تفسیر پڑھانا شروع کی۔ اس جماعت میں پانچ گریجویٹ اور پانچ مستند علماء تھے۔ مگر بعض مصائح کی بناء پر حضرت شیخ الہندؒ اور مولانا محمود الحسنؒ کے مشورہ سے حضرت سندھیؒ نے وہیں کی مسجد فتح پوری میں اس مقصد کی تکمیل کیلئے ڈاکٹر انصاریؒ اور حکیم اجمل خاںؒ کی زیر سرپرستی نظارۃ المعارف القرآنیہ قائم کی۔ مذکورہ بالا پانچ مستند علماء میں سے ایک حضرت مولانا احمد علیؒ بھی تھے۔ آپ نے نواب شاہ میں حضرت سندھیؒ کے حکم پر ایک

مدرسہ قائم کیا اور بعد میں شیخ الہندؒ کے ارشاد پر حضرت سندھیؒ نے آپ کو نواب شاہ سے دہلی بلالیا اور جب حضرت سندھیؒ ہجرت کر کے کابل چلے گئے تو نظارۃ المعارف القرآنیہ میں حضرت مولانا احمد علیؒ حضرت سندھیؒ کے جانشین مقرر ہوئے۔ شدھی اور سنگھٹن کی تحریک ارتداد کے زمانہ میں آپ نے آگرہ اور مضافات کے دورے بھی فرمائے اور اکثر مسلمانوں کے غلط مثلاً محمد سنگھ، محمد رام وغیرہ بدل کر ان کے صحیح اسلامی نام رکھے اور کلمے بھی پڑھائے۔ ریشمی خطوط کی تحریک میں جب علماء اور مشائخ کی گرفتاریاں عمل میں آئیں تو آپ کو بھی گرفتار کرلیا گیا اور مختلف مقامات سے منتقل کرتے ہوئے آپ کو لاہور میں نظر بند کردیا گیا۔ لاہور میں آپ کا کوئی ہمنوا نہ تھا۔ آپ نے درسِ قرآن کی ابتدا کی اور آہستہ آہستہ آپ کے درس کا چرچا عام ہوتا گیا۔ چونکہ آپ انگریزوں کے سخت مخالف تھے اس لیے شروع شروع میں لوگ بہت کم التفات کرتے تھے۔ گھر میں کئی کئی روز فاقہ ہوتا تھا۔ آپ صابن بنا کر اور عربی کتابوں کے مسودوں کی تصحیح کر کے اپنی ضروریات پوری کرتے اور بعض اوقات آپ کے گھرانے نے چنے چبا کر گزارا کیا۔ مسجد لائن سبحان خاں (موجودہ جامع شیرانوالہ) آپ کی دینی خدمات کا مرکز تھی۔ آپ ہجرت کر کے کابل بھی تشریف لے گئے اور واپسی پر انجمن خدام الدین کی بنیاد رکھی اور خدمت کتاب وسنت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ قرآن عزیز کی تفسیر لکھی، مدرسہ قاسم العلوم تعمیر کرایا۔ مدرسۃ البنات قائم کیا۔ کئی ایک مساجد تعمیر کرائیں۔ انجمن خدام الدین کے زیرِ اہتمام ہفت روزہ خدام الدین کا اجراء کیا جس میں آپ کا خطبہ جمعہ اور مجلس ذکر کی تقریر چھپا کرتی تھی اور ہزاروں لوگوں کے ہاتھوں پہنچتی تھی۔ اس پرچے کی آمدنی کا ایک پیسہ بھی آپ اپنی اولاد پر اور اپنے آپ پر حرام سمجھتے تھے۔ بلکہ اپنی جیب سے رسالہ خریدا کرتے تھے اسی اخلاص کا نتیجہ ہے کہ آپ کے ارشادات کی مقناطیسی کشش نے بڑے بڑے جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے دل موہ لیے اور وہ سچے مسلمان بن گئے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر آسان زبان میں دینی رسائل لکھے اور باطل فرقوں کی سرکوبی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چنانچہ فتنہ انکارِ حدیث کی سرکوبی کرتے ہوئے یہ جامع ارشاد فرمایا کرتے ''جو منکرِ حدیث ہے وہ منکرِ قرآن ہے جو منکرِ قرآن ہے وہ خارج از اسلام ہے یعنی بے ایمان ہے۔'' اس ارشاد کے صاف صاف الفاظ میں کرگئی گم گشتگان راہِ راست پر آگئے اور جو اس فتنہ کی طرف مائل تھے وہ گمراہی سے بچ گئے۔ ایک دفعہ میکلیگن انجینئرنگ کالج کے انگریز پرنسپل نے حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو آپ

نے احتجاج کرنے والے طلبہ کا ساتھ دے کر اس تحریک میں جان ڈال دی اور جیل جا کر آقائے نامدار ﷺ کی غلامی کا ثبوت مہیا فرمایا۔ پیرانہ سالی کے باوجود تحریک ختم نبوت کے دوران آپ نے اپنے آپ کو گرفتاری کیلئے پیش کیا اور جیل کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آزادیٔ کشمیر کیلئے مجاہدین کی ہر طرح کی اعانت فرمائی۔ جمعیۃ العلماء اسلام کی بنیاد رکھی۔ غرض ہر طرح آخری دم تک قوم وملت کی خدمت کی اور دین حقّہ کی اشاعت کرتے رہے۔

خرقۂ خلافت

روحانی اسباق کی تکمیل پر حضرت امروٹیؒ نے آپ کو بیعت وارشاد کی اجازت فرمائی اور کچھ عرصہ بعد حضرت دین پوریؒ نے بھی آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا۔

تصنیفات

آپ نے قرآن عزیز کی تفسیر لکھ کر امت پر بہت بڑا احسان فرمایا۔ اس کام کو مکمل کرنے کیلئے آپ واہ گاؤں کی جامع مسجد کے حجرے میں قیام پذیر رہے اور یکسوئی سے قرآن کریم کے خلاصہ ہائے رکوعات اور ربطِ آیات تحریر فرمائے۔ آپ نے مندرجہ ذیل رسائل لکھے جو انجمن خدام الدین لاکھوں کی تعداد میں مفت تقسیم کرتی ہے۔ چند ایک کی قیمت برائے نام ہے۔ (۱) تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ (۲) شہادۃ النحاریر علی حرمۃ المزامیر۔ (۳) اسلام میں نکاحِ بیوگان (۴) احکامِ شب برأت (۵) ضرورۃ القرآن (۶) اصلی حنفیت (۷) خلقِ محمدی (۸) رسول اللہ ﷺ کے فرمائے ہوئے وظیفے (۹) خلاصۂ اسلام (۱۰) مالِ میراث میں حکمِ شریعت (۱۱) توحیدِ مقبول (۱۲) فوٹو کا شرعی فیصلہ (۱۳) پیغام رسولؐ (۱۴) تحفۂ میلا د النبیؐ (۱۵) رسالہ معراج النبیؐ (۱۶) فلسفۂ عید قربان (۱۷) اسلام ہند خطرہ میں۔ (۱۸) شرح اسماء اللہ الحسنٰی (۱۹) فلسفۂ نماز (۲۰) فلسفہ روزہ (۲۱) اسلام کا فوجی نظام (۲۲) بہشتی اور دوزخی (۲۳) خدا کی نیک بندیاں (۲۴) مسلمان عورت کے فرائض (۲۵) پیر اور مرید کے فرائض (۲۶) گلدستۂ صد احادیث نبویؐ (۳۰) مقصدِ قرآن (۳۱) خدا کی مرضی (۳۲) نجاتِ دارین کا پروگرام (۳۳) استحکام پاکستان۔

ان رسائل کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب بھی شائع ہو چکی ہیں:

(۱) خلاصۃ المشکوٰۃ (۲) خطبات جمعہ دس جلدیں (۳) مجلسِ ذکر دس جلدیں (۴) مجموعۂ تفاسیر

(۵)ترجمۂ قرآن (۶) قرآن مجید باحاشیہ انگریزی رسائل

(1) Islam and Ahmadism.

(2) Wisdom of the Quran.

(3) Do.......II.

(4) Quran and Science.

(5) Quranic conceptions of national solidarity and International Peace.

(6) Preaching of Islam.

(7) Reform of Muslim Society.

(8) Spirit of islamic Culture.

(9) The Quranic Orijin of th Islamic Polity.

(10) The secret of inviolable of the five prayers.

(11) Islam's solition of th Basic Economic problems.

اولاد

آپ کے تین صاحب زادے تھے۔(۱)خلفِ اکبر حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ صاحبؒ (۲) حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انورؒ (۳) حضرت مولانا حافظ حمیداللہؒ اول الذکر ۱۹۴۸ء سے حجاز میں مقیم رہے اور مسجد نبویؐ صبح وشام باضابطہ درس قرآن وحدیث دیتے ہیں آپ کی والدہ محترمہ کا بیان ہے کہ وہ ایک مرتبہ امام مالکؒ کے بارے میں ایک پڑھ رہی تھیں جس میں لکھا تھا کہ امام مالک کے استاد ابوعثمان ربیعہ الرامی جو قاضی مدینہ اور کبار تابعین میں سے تھے کی پیدائش سے قبل ان کے والد فرّخ خراسان کی جنگ میں جاتے وقت اپنی بیوی کو ۳۰ ہزار دینار دے گئے ان مہمات سے ۲۷ برس کے بعد مدینہ منورہ لوٹنا نصیب ہوا۔اس اثناء میں ربیعہ جوان، صاحب کمال ہو چکے تھے اور مسجد نبوی میں ان ان کے درس کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ماں نے تمام دولت بیٹے کی تعلیم وتربیت پر صرف کر دی تھی

واپس آنے کے بعد میاں نے بیوی سے رقم کا حساب مانگا۔ بیوی نے کہا اسے بحافظت دفن کر دیا ہے۔ چنانچہ فرخ جب مسجد نبوی میں نماز پڑھنے گئے تو بیٹے کو فضل وکمال کی مسند پر متمکن دیکھا نہایت خوش گھر آئے تو بیوی نے کہا آپ کو اپنے بیٹے کی یہ جلالت شان عزیز ہے یا ۳۰ ہزار دینا؟ فرخ نے کہا س دولت کونین کے مقابلہ میں رقم کیا چیز ہے بیوی نے جواب دیا کہ اسی خاک میں میں نے وہ خزانہ دفن کیا ہے۔

یہ پڑھ کر حضرت مولانا حبیب اللہ صاحبؒ کی والدہ محترمہ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! تیرے خزانوں میں کمی نہیں تو میرے بھی ایک بچے کو اس کام کیلئے قبول فرمالے۔ چنانچہ یہ اس دعا کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بچے کو اس کام کیلئے ایک ہندی نژاد سے عرب میں اپنے دین کی خدمت ۲۴ برس تک لی۔

دوسرے صاحبزادہ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور اپنے عالی مرتبت والد بزرگوار کے جانشین رہے اور تمام وہ فرائض جو حضرتؒ نے اپنے ذمہ لے رکھے تھے وہ اپنے کاندھوں پر رکھے۔ تیسرے بیٹے حافظ حمید اللہ صاحب لاہور میں درس وتدریس کا فریضہ برسوں انجام دیتے رہے۔

معمولات

آپ بازار سے سودا سلف خرید کر لے آیا کرتے تھے۔ اپنی اہلیہ محترمہ کے بیمار ہونے کی صورت میں اپنے ہاتھوں سے آٹا گوندھتے اور سالن تیار کرتے۔ ساری زندگی گھر میں کوئی نوکر نہیں رکھا۔ ہفتے میں دو تین دفعہ نمازِ عصر کے بعد گھر میں جلانے کیلئے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے تھے۔ جمعہ کے روز اپنے کپڑے خود دھوتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ دھوبی کپڑے صاف تو کر دیتے ہیں مگر پاک نہیں کرتے۔

آخری عمر میں کثرتِ مشاغل اور نقاہت کے باعث خود کپڑے دھونا چھوڑ دیا لیکن دھوبی کے دُھلے ہوئے اور استری کیے ہوئے کو گھر میں تین مرتبہ پانی میں پاک کیا جاتا۔ آپ نے ابتدائے عمر سے سفید کھدر کا لباس زیب تن فرمایا تو زندگی کے آخری دن تک وہی لباس رہا بلکہ اپنے کفن کی چادریں

بھی سفید کھدر سے تیار کروائیں۔ حج اور عمرہ سے واپس تشریف لاتے تو احرام کی چادروں کا کفن سلا کر رکھ لیتے اور ان پر تحریر فرمایا کرتے تھے کہ یہ ''احمد علی کا کفن ہے۔''

آپ نے چودہ دفعہ حج و عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے ساری زندگی حتی الامکان اس بات کی پوری احتیاط فرمائی ہے کہ بے نمازی کے ہاتھوں کا پکایا ہوا کھانا نہ کھایا جائے۔ ۱۹۴۶ء میں آپ مع اہل و عیال بحری جہاز ایس۔ ایس انگلستان پر حج کیلئے تشریف لے گئے۔ آپ ہر روز جہاز کی مسجد سے لاؤڈ سپیکر پر پون گھنٹہ درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ جہاز میں سندھی اور افغانی لوگ بھی سفر کر رہے تھے۔ ان کی فرمائش پر آدھ آدھ گھنٹہ سندھی اور فارسی میں تقریر کرنا پڑتی۔ جہاز میں کھانا پکانے والا عملہ بے نماز تھا آپ ان سے نماز پڑھنے کو فرماتے تو وہ کہتے ''سائیں ہمارا کپڑا ناپاک ہے آج دھوئے گا کل پڑھے گا۔''

لیکن اللہ کے بندوں نے نماز نہ پڑھی اور آپ نے بھی اُن کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہ کھایا اور آٹھ دن اسی طرح بھوک برداشت کی۔ جدّہ پہنچ کر بھوک سے نڈھال آپ نے تیل میں بھنی ہوئی مچھلی کھالی تو پیچش کا عارضہ لاحق ہوگیا اور تقریباً ایک ماہ بیمار رہے لیکن پھر بھی آپ اس بات پر خوش تھے کہ ہم اس سفر میں کچھ حاصل کرنے کیلئے آئے ہیں کھونے کیلئے نہیں آئے۔ الحمدللہ! بے نمازوں کا پکا ہوا کھانا کھانے سے دل سیاہ ہونے سے بچ گیا اور عبادتِ الٰہی میں خشوع و خضوع بھی محفوظ رہا۔

آپ جب کبھی تبلیغی دورے پر تشریف لے جاتے تو بلانے والوں سے مشروط وعدہ فرماتے تھے کہ ''خدا تعالیٰ نے توفیق دی کرایہ ہوا تو آؤں گا ورنہ نہیں آؤں گا۔'' دوسروں سے کرایہ نہ لیتے تھے۔ بعض بڑے خاندانوں سے آپ کے تعلقات برسوں سے چلے آتے تھے مگر ان کے گھر کا پانی تک بھی نہ پیتے تھے۔ ایک مرتبہ نواب محمد حیات قریشی کی دعوت پر ان کے گھر سرگودھا تشریف لے گئے۔ چنے بھنوا کر مصلّے کے اندر باندھ لیے دن بھر درس و تدریس اور اللہ کا نام سکھاتے رہے۔

جتنے دن وہاں رہے رات کو ان چنوں میں سے کچھ چبا لیتے اور پانی پی لیتے۔ نواب صاحب کے اصرار کے باوجود کھانا نہ کھایا۔ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا دار کے غرور کی گردن کو کاٹنے کیلئے میں نے

استغناء سے تیز دھار آلہ نہیں دیکھا۔ اگر میں دنیا داروں کے تحفے تحائف لیتا اور مرغ پلاؤ کھاتا تو شیطان ان کو سکھاتا کہ حضرت صاحب خاطر مدارت بھی کرواگئے کرایہ کے نام سے پیسے بھی لے گئے اور ہمیں وعظ بھی سنا گئے۔ عوض معاوضہ گلہ ندارد۔ اس طرح میرے یہ سارے اوقات رائیگاں جاتے۔ نہ اُن کی آخرت سنورتی اور نہ ہی میں عنداللہ ماجور ہوتا۔

اَوراد و وظائف

آپ کے چند اَورادو وظائف درج کیے جاتے ہیں جو آپ باوجود کثرتِ مشاغل کے روزانہ پڑھا کرتے تھے:

استغفار ایک لاکھ پچیس ہزار

سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم ایک لاکھ پچیس ہزار

رب اغفرلی بفضلک ایک لاکھ پچیس ہزار

یا ستّار یا غفّار ایک لاکھ چھبیس ہزار

یا رحمن یا رحیم ایک لاکھ پچیس ہزار

رب اغفر للذین ظلمتھم پچاس ہزار

وفات

آپ جمعہ کے دن اور رمضان المبارک کے مہینے میں اس عالم ناسوت میں تشریف لائے اور خداوند ذوالجلال نے اپنے اس پاکباز بندے کو جمعہ ہی کے دن اور رمضان المبارک ہی کے مہینے میں اپنے پاس بلالیا۔ ۱۷ر رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ جمعہ کے روز آپ اپنا تحریر فرمودہ خطبہ لے کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور نے حجرہ میں پہنچ کر عرض کیا کہ میں آپ کیلئے پانی گرم کردوں؟ فرمایا آج میں تندرست ہوں خود ہی گرم کرلوں گا۔ لہٰذا آپ نے غسل کا خود ہی انتظام فرمایا۔ گیارہ بجے کے بعد طبیعت خراب ہوگئی۔ حافظ حمیداللہ صاحب نے جمعہ پڑھایا۔ آپ کو گھر لایا گیا حالت زیادہ خراب ہوگئی۔

آپ پر سکرات طاری ہوگئے۔ جب ہوش آتا تو اپنے صاحبزادہ سے فرماتے مولوی انور!

میں نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ مٹی کا ڈھیلہ پاس لاتے تو آپ نے تیمّم اور نماز کی نیت باندھ لی۔ پھر غشی طاری ہوگئی اور چارپائی پر گر گئے۔ دوبارہ ہوش آیا تو فرمانے لگے میں نے نماز نہیں پڑھی۔ پھر بے ہوشی کے عالم میں چارپائی پر لیٹ گئے اور ہاتھ آگے بڑھایا جیسے کسی سے مصافحہ کر رہے ہوں۔ چنانچہ اسی محویت میں جانِ عزیز جان آفریں کے سپرد کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہرگز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

آپ کی نصیحت تھی کہ جمعہ وعیدین کے علاوہ درس کا ناغہ نہ ہو۔ چنانچہ سعادت مند صاحبزادوں گھر میں باپ کا جنازہ رکھ کر تڑپتے ہوئے دل اور اشکبار آنکھوں سے اس نصیحت پر عمل کیا اور درسِ قرآن حکیم دیا۔ جب قرآن پاک کھولا یا گیا تو جس آیت پر نظر پڑی وہ یہ تھی۔ **كل نفس ذائقة الموت۔**

جنازہ

آپ جب لاہور میں آج سے نصف قبل ہتھکڑی لگے ہوئے آئے تھے تو آپ کا کوئی ہمنوا نہ تھا مگر جب آپ کا جنازہ اٹھا تو حدِ نگاہ تک لوگوں کا سیل رواں نظر آتا تھا۔ دورویہ مکانوں اور دکانوں کی چھتوں سے عورتیں اور بچے آپ کے جنازے پر پھول برسا رہے تھے۔ اندازاً ڈیڑھ دو لاکھ انسانوں نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔

وصایا

آپ نے اپنی اولاد کو تین باتوں کی وصیت فرمائی (۱) کسی کی ضمانت نہ دینا (۲) عملیات میں نہ پڑنا (۳) کیمیا گری میں نہ پڑنا تا کہ دین کی خدمت میں حرج نہ ہو۔ آپ نے اپنے روحانی متوسلین کی وصیت فرمائی کہ میرے مرنے کے بعد کسی بدعتی اور قبر پرست پیر کے پیچھے نہ لگ جانا اور گمراہ نہ ہو جانا بلکہ کسی متبع سنت اور اصلاح یافتہ عالم کی صحبت اختیار کرنا۔

مزار مبارک سے خوشبو

لاہور کے اخبارات میں یہ خبر چھپی کہ آپ کی تربت پاک سے فردوسی خوشبوئیں آنے لگی

ہیں۔نہایت معتمد علیہ افراد نے جا کر پتہ لگایا۔آپ کی مرقد اقدس کی پاکیزہ مٹی کا ہر طرح کیمیکل تجزیہ کیا گیا اور سب نے اقرار کیا کہ یہ ہماری دنیاوی خوشبوؤں سے بالاتر خوشبو ہے۔

آپ اکثر سید الکونین ﷺ کی یہ حدیث بیان فرمایا کرتے تھے۔(ترجمہ) قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ بن جاتا ہے یا جہنم کے گڑھوں سے میں سے ایک گڑھا بن جاتا ہے۔چنانچہ آپ کی قبراللہ کے فضل اور قرآن کی برکت سے جنت کا باغ بن گئی جس کی معطر خوشبو نے حضورؐ کی حدیث کی صداقت کا ثبوت پیش کر دیا۔

آپ کے ایک خلیفۂ مجاز کا مراقبہ

آپ کی وفات کے تیسرے روز آپ کے ایک برگزیدہ خلیفہ مجاز آپ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھ کر آپ کے ارشاد کردہ طریق کے مطابق مراقبہ میں بیٹھ گئے۔عین استغراق وانہماک کے عالم میں آپ کی زیارت نصیب ہوئی۔آپ کے چہرۂ اقدس پر انبساط ومسرت کے انوار برس رہے تھے۔ صاحبِ مراقبہ نے سلام کے عرض کیا کہ آپ کی پروردگارِ عالم سے ملاقات کیسے ہوئی؟

آپ نے فرمایا میں نے پروردگارِ عالم کو بہت بڑا شفیق ورحیم پایا۔اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا کہ تم ہمارے لیے اس قدر مجاہدات وریاضیات میں مشغول رہے؟

میں نے جواب میں عرض کیا کہ اے پروردگارِ عالم! مجھے آپ کے عذاب سے خوف آتا تھا۔ پروردگارِ عالم نے فرمایا اگر ہم نے تجھ کو نہ بخشنا ہوتا تو تم پر ظاہری اور باطنی اس قدر زیادہ ذمہ داریاں نہ ڈالی جاتیں۔پھر صاحبِ مراقبہ نے پوچھا کہ کوئی اور قابلِ ذکر بات ہو تو ارشاد فرمائیں۔

آپ نے فرمایا پروردگارِ عالم کی یہ مخصوص عنایت ہوئی کہ مجھ کو کہا گیا ہے کہ ہم نے تمہاری مہمانی کے طور پر میانی صاحب (لاہور کے قبرستان) کے تمام (گنہگار۔صاحبِ ایمان) اہل قبور سے اپنا عذاب اٹھالیا ہے۔

خاکپائے حضرت شیخ التفسیرؒ

احقر محمد عثمان غنی

جہیز کا فلسفہ

غریب مفلس اور محتاج والدین کی زندگی کس قدر مشکل ہوتی ہے ان کا دل میر تقی میر کے بقول مفلس کے چراغ کی طرح سر شام ٹھٹمانا شروع کر دیتا ہے اور بجھا سا رہتا ہے امراء کا طبقہ کلبوں اور فائیو سٹار ہوٹلوں میں داد عیش دے رہا ہوتا ہے، جبکہ غریب والدین جن کے شانوں پر جہیز کا بوجھ ہوتا ہے، سسک سسک کر زندگی کے دن پورے کر رہے ہوتے ہیں ان کے تن پر پھٹے ہوئے کپڑے انسانیت کے نام پر طمانچہ ہیں کتنی ہی یتیم بچیاں ہیں، جو جہیز نہ ہونے کے باعث اپنے ہاتھوں کو پیلا نہیں کر سکتیں کتنی ہی بے بس بیوگان ہیں، جو جہیز اکٹھا کرنے کی خاطر امراء کی دولت کدوں پر برتن دھوتی ہیں ان کی اوقات کیا ہے؟ ان کی بساط کیا ہے؟ بھلا ان کے پاس کیا ہے؟ ایسے والدین قرض کی جھاگ لے کر اپنے پوشاک دھوتے ہیں یہ سب بربادی جہیز کی وجہ سے ہے جو ایک معاشرتی لعنت اور ہندوؤں کی رسم ہے اسلام میں جہیز کا کوئی تصور نہیں۔

جہیز دراصل عربی زبان کے لفظ جہاز سے لیا گیا ہے جس کے معنی اس ساز و سامان کے ہیں جس کی کسی مسافر کو سفر کے دوران ضرورت ہوتی ہے یا اس سے مراد ایسا سامان ہے جو میت کو قبر تک پہنچانے کے لئے استعمال ہوتا ہے علامہ راغب اصفہانی تحریر کرتے ہیں۔ جہاز اس سامان کو کہتے ہیں جو کسی کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور تجہیز کا معنی ہے اس سامان کو اٹھانا یا بھیجنا (بحوالہ المفردات فی غریب القرآن مصر ۱۳۸۱ایڈیشن صفحہ نمبر ۱۰۱) عربی کی لغت المنجد میں لکھا ہے۔

جہاز گھر یا مسافر دلہن کے لئے وہ سامان ہوتا ہے جس کی ضرورت ہوتی ہے (المنجد بیروت ۱۹۵۶صفحہ نمبر ۱۰۲)۔ سورت یوسف میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے ولما جھزھم بجھازھم (آیت ۵۹) اور جب یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کا سامان تیار کروایا۔ یہ لفظ حدیث شریف میں بھی آیا ہے ''من جھز غازیافی سبیل الله فقد غزا'' صفحہ ۳۲۹۔ جس شخص نے اللہ کے راستے میں کسی جہاد کرنے والے کو جنگی سامان سے لیس کیا وہ گویا خود اس جہاد میں شریک ہوا۔

علامہ فرماتے ہیں جہاز جہیز وہ سامان ہے جسے عورت خود اور اس عورت کے ورثاء تیار کرتے ہیں تاکہ جب وہ شادی شدہ ہو کر خاوند کے گھر جائے تو یہ سامان اس عورت کے ساتھ ہو(بحوالہ فقہ السنہ جلد دوم لبنان بیروت ۱۳۸۹ھ صفحہ ۱۶۷)

جہیز کی رسم ہندوانہ ہے

اسلام میں نکاح کے وقت کھجور یا شرینی تقسیم کرنا اور نکاح کے بعد توفیق کے مطابق دعوت ولیمہ اسلامی رسمیں ہیں جہاں تک کہ جہیز کا تعلق ہے اسلام میں اس کا تصور نہیں ہے بقول حافظ محمد سعد اللہ ہندوستان میں زیادہ تر مغل فرمانروا شہنشاہ اکبر اور دکن میں سلطان محمد قلی قطب شاہ نے مسلمانوں اور ہندوؤں کو ملانے آپس میں اتحاد اور اتفاق پیدا کرنے اور یگانگت کی فضا قائم کرنے کے لئے بہت سی ہندی رسومات کو اپنا لیا تھا، مقالہ کی شرعی حیثیت سہ ماہی منہاج مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری جولائی ۱۹۸۶ لاہور صفحہ نمبر ۱۶۴۔ چونکہ ہندوستان میں لڑکیوں کو جائیداد میں حصہ ملتا لہذا شادی کے وقت لڑکی کو جہیز دیا جاتا ہے مسلمانوں نے بھی ہندوؤں کی اس رسم بد کو اپنا لیا اور اب ہم بھی اس بدرسم کی سزا بھگت رہے ہیں ۔اگر ہم قرآن پاک کا مطالعہ کریں تو ہمیں جہیز کا کوئی تصور نہیں ملتا اسی طرح حدیث شریف میں بھی جہیز کا کوئی تصور نہیں صحاح ستہ اور دیگر احادیث کی کتب اور فقہا کی کتابوں میں ہمیں جہیز کا کوئی تصور نہیں ملتا اسلام کے عائلی قوانین میں تفصیلا ان موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے مثلاً شادی ۔طلاق ۔نان نفقہ۔ جائیداد میں حصہ۔ھبہ ۔حق مہر اور عورت کے دیگر حقوق وغیرہ اسلام کے عائلی قانون میں جہیز کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

خاوند کی ذمہ داریاں

علامہ مرغینانی کتاب الھدایہ میں لکھتے ہیں بیوی مسلمان ہو یا اہل کتاب اس کا ہر قسم کا خرچہ شوہر پر واجب ہے جبکہ وہ بیوی اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کردے اور اس کے گھر منتقل ہو جائے اس خرچہ میں اس عورت کی خوراک لباس اور رہائش کے لیے مکان شامل ہے اور اس حکم کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ۔کہ وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے ۔ (سورت الطلاق ٦) (بحوالہ کتاب الھدایہ مطبع یوسفی لکھو صفحہ نمبر ۴۱۵) عورت کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنا مرد پر فرض ہے اور یہی بنیادی ضرورتیں جہیز کی شکل میں مرد پورا کرتا ہے دور جدید کے معروف فقیہ امام محمد ابو زہرہ متاع

البیت میں لکھتے ہیں گھریلو ساز وسامان کی تیاری خاوند پر واجب ہے، حق مہر کا عوض نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ صرف اور عطیہ ہے جیسا کہ قرآن حکیم نے اس کا نام محلۃ (عطیہ) رکھا (بحوالہ محمد ابو زہرہ الاحوال الشخصیہ طبع دار الفکر العربی ۱۹۷۷ء صفحہ ۲۳۸) چنانچہ حنفی فقہاء کی رائے کے مطابق جہیز کی تیاری خاوند کے ذمہ ہے یہ رائے ابو زہرہ نے بیان فرمائی ہے، مالکی فقہاء کے مطابق خاوند عورت کو پیشگی رقم مہر دے گا جس سے وہ گھریلو سامان تیار کرے گا علامہ سید سابق تحریر کرتے ہیں۔ گھر کی شرعی تیاری اور گھر کے لئے ہر اس چیز کا مہیا کرنا جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے مثلاً سامان بستر اور برتن وغیرہ یہ خاوند کے ذمے ہے (ایسد سابق فقہ السنۃ جلد دوم بیروت صفحہ نمبر ۱۶۸) (حنفی فقہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو محمد عبداللہ الکواکب الدریہ فی الفقہ المالکیہ جلد دوم قاہرہ ایڈیشن ۱۹۸۱ء صفحہ نمبر ۱۸۲)

حضور اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا حضور اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو جہیز دیا کیا آپ ﷺ نے اپنی بیٹیوں حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثوم کو بھی جہیز دیا ہے ان تین بیٹیوں کا حضور اکرمؐ کی زندگی میں ہی انتقال ہو گیا تھا حضرت زینبؓ کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابو العص ربیع بن لقیط سے ہوئی حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا تو ربیع الاول میں حضرت عثمان نے حضرت ام کلثومؓ کے ساتھ نکاح کرایا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سیرت النبی ﷺ جلد دوم علامہ شبلی نعمانی و علامہ سید سلیمان ندویؒ الفیصل ناشران لاہور ۱۹۹۱ ایڈیشن صفحات ۲۴۹ سے ۲۵۱)

حافظ محمد سعد اللہ اپنے مقالہ جہیز کی شرعی حیثیت میں رقمطراز ہیں دور نبوی ﷺ میں سوائے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع کے علاوہ کوئی ایسی شادی نظر نہیں آتی کہ عین شادی کے موقع پر خاوند کی طرف سے سامان جہیز دیا گیا ہو حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے سامان جہیز کی تیاری کی پیشگی ضرورت بھی صرف اس لیے آئی تھی کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے زیر کفالت تھے اور ان کا الگ کوئی مکان یا گھریلو ساز وسامان نہ تھا اور نہ آنجناب ﷺ کی باقی تینوں بنات طاہرات کی شادیوں کے موقع پر ایسا نہیں ہوا نہ ہی آنجناب ﷺ کی اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح کے موقع پر کسی قسم کا جہیز دیا گیا ہے (صفحات ۱۷۰۔۱۶۹) علامہ شبلی نعمانی و علامہ سید سلیمان ندویؒ سیرت النبی ﷺ کی جلد دوم کے صفحہ نمبر ۲۵۲ پر لکھتے ہیں۔ حضرت فاطمہ سے عقد کی درخواست سب

سے پہلے حضرت ابوبکرؓ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ نے کی تھی لیکن آنحضرت ﷺ نے کچھ جواب نہیں دیا حضرت علیؓ نے خواہش کی تو فرمایا تمہارے پاس مہر ادا کرنے کو کچھ ہے؟ بولے ایک گھوڑا اور زرہ کے سوا کچھ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا گھوڑا تو لڑائی کے لیے ضروری ہے زرہ فروخت کرڈالو حضرت عثمانؓ نے ۴۸ درہم پر خریدا اور حضرت علیؓ نے قیمت لاکر آنحضرت ﷺ کے سامنے ڈال دی آنحضرت ﷺ نے بلالؓ کو حکم دیا کہ بازار سے خوشبو لائیں عقد ہوا اور آنحضرت ﷺ نے جہیز میں ایک پلنگ اور ایک بستر دیا اصابہ میں لکھا مشک بھی دی اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہی دو چیزیں عمر بھر ان کی رفیق رہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانے کا ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو۔ حضرت خثیمہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک عورت کا نکاح کر دیا پھر اسے اس کے خاوند کی طرف بھیج دیا حالانکہ اس خاوند نے اسے کوئی چیز نہ دی تھی۔ اسی طرح بعد کے ادوار میں کہیں یہ نہیں ملتا کہ عین شادی کے موقع پر سامان دیا جاتا ہو امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں بھی لکھا ہے کہ لوگوں کی شادیاں ہوئیں لیکن ان واقعات میں جہیز لانے کا ذکر نہیں ملتا۔ اندلس کے معروف فقیہ ابن حزم اپنی کتاب المحلی میں لکھتے ہیں عورت کو اس بات پر مجبور کرنا جائز نہیں کہ وہ خاوند کے پاس سامان جہیز لائے۔ (بحوالہ المحی طبع مصر ۶:۶۱۸) علامہ عبدالرحمٰن الجزیری تحریر کرتے ہیں۔ خاوند کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ عورت سے جہیز لانے کا مطالبہ کرے۔ (بحوالہ الفقہ علی مذاہب الاربعہ ۴:۶ ۱۷ مصر ایڈیشن)

فتویٰ عالمگیر میں لکھا ہے کہ خاوند بیوی کے باپ سے کسی شے کا مطالبہ نہ کرے (فتاویٰ عالمگیر، ا: ۳۲۸ مصر ایڈیشن ۱۳۱۰ھ) نکاح کوئی تجارت نہیں اور نہ ہی اس کا مقصد دولت کا حصول ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے عورتوں کے ساتھ محض ان کے حسن و جمال کی وجہ سے نکاح نہ کرو اور نہ ہی محض ان کے اموال کے لالچ میں ان سے نکاح کرو (ابن خرم المحلی ۶ : ۶۱۸ مصر ایڈیشن) حضور اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے ثابت ہے کہ: آپ ﷺ نے جہیز میں کوئی چیز حضرت فاطمہؓ کو اپنی رقم سے نہیں دی حضرت علیؓ نے ضروریات کا سامان حضرت فاطمہؓ کو دیا۔ حضرت فاطمہؓ کو ضرورت کا سامان ان کے شوہر عالی مقام نے عطا فرمایا جس کی تفصیل یہ ہے۔

(1) خوشبو　　(2) ایک پلنگ

(3)ایک بستر (4)ایک چادر

(5)دوچکیاں (6)ایک مشک

(بحوالہ سیر النبی ﷺ جلد دوم صفحہ ۲۵۲)

واضح ہوا کہ یہ جہیز نہیں تھا بلکہ سامان ضرورت تھا جو حضرت علیؓ نے حق مہر کی رقم سے خرید کر حضرت فاطمہؓ کو دیا تھا۔ایک شیعہ ۳عالم شیخ ابوجعفر طوی کی روایت کے مطابق (بحوالہ کتاب الامالی ۱:۳۹،طبع جدید نجف اشرف عراق حضرت علیؓ نے زرہ بیچ کر رقم آپ ﷺ کی جھولی میں ڈال دی آپ ﷺ نے یہ اس میں سے دو مٹھی بھر کر حضرت ابوبکرؓ کو دی جنہوں نے حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق حضرت فاطمہؓ کے لئے یہ اشیائے ضرورت خریدیں:

(1)ایک قمیض (2)ایک اوڑھنی

(3)ایک خیبری سیاہ چادر

(4)ایک بنی ہوئی چارپائی (5)بستر کے دو گدے

(6)ایک صوف کا بستر

(7)ایک چمڑے کا مشکیزہ (8)دودھ کے واسطے ایک کوزا

جب یہ سامان آنجنابؐ کی خدمت میں لایا گیا تو آپؐ نے یہ دعا فرمائی ’’بارك الله لا هل البيت‘‘ اے اللہ! اہل بیت کے لیے برکت عطا فرما۔قرآن میں خواتین کے جہیز کا کوئی تصور نہیں اور نہ ہی سنت سے یہ ثابت ہے

اس کی تفصیل اوپر بیان کر دی گئی ہے۔خلفائے راشدین کے دور مبارکہ میں بھی جہیز کا کوئی تصور نہیں ملتا ہے۔عربی میں جیز کا معنی جہیز دینا نہیں بلکہ ہر قسم کی روانگی کے لئے ہے دلہن کے لئے نہیں جدید لغت میں جہیز کے لئے ’’البائنۃ‘‘ کا لفظ مستعمل ہے یہ لفظ قدیم لغت میں نہیں ملتا (ملاحظہ ہو مصباح اللغات عربی اردو ڈکشنری)

بعض غلطیوں کی اصلاح

بری عادت چھوڑنا مشکل ہوتا ہے:

دو باتیں ہیں۔ البتہ دونوں کی نوعیت ایک ہی ہے، وہ یہ کہ جب انسان کو کوئی عادت پڑ جاتی ہے تو اس کا چھوٹنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ خاص طور پر بری عادت، اچھی عادت جلد چھوٹ جاتی ہے، لیکن بری عادت اگر پڑ جائے تو وہ بہت مشکل سے چھوٹتی ہے۔ اگر دل میں فکر آخرت ہو، اور دین کی اہمیت ہو تو پھر تو چھوٹ جاتی ہے۔ ورنہ بہت مشکل ہے۔

نماز میں ہاتھوں کو حرکت دینا:

اس کی دو مثالیں ہمیشہ سامنے رہتی ہیں، اور ان کے بارے میں ہمیشہ کہتا رہتا ہوں اور ان کے چھوڑنے کے کئی علاج بھی بتاتا رہتا ہوں۔ اس کے باوجود وہ نہیں چھوٹتیں۔ ان میں سے ایک ''نماز میں ہاتھ ہلانے کا مرض ہے'' جو لوگ پرانے ہیں وہ تو سنتے رہتے ہیں کہ اس مرض کے بارے میں کتنا کہتا رہتا ہوں، کئی سال کہتے کہتے گزر گئے، اور ہم بڈھے ہو گئے۔ اور ہم قبر میں چلے جائیں گے، مگر یہ لوگ ہاتھ ہلانا نہیں چھوڑیں گے...... کمال یہ ہے کہ اگر نماز کے بعد ان سے پوچھیں کہ آپ نے نماز میں ہاتھ ہلایا؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے تو نہیں ہلایا، بات دراصل یہ ہے کہ جب انسان کو کسی کام کی عادت پڑ جاتی ہے تو وہ کام انسان سے آٹومیٹک طریقے سے صادر ہوتا رہتا ہے، اور اس کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ مجھ سے یہ کام ہوا بھی ہے یا نہیں ہوا...... نماز میں ہاتھ ہلانے کا اتنا سخت مرض ہے۔

اس مرض کا ایک علاج:

اس مرض کا میں نے کئی بار یہ نسخہ بتایا ہے، وہ یہ کہ گھر میں دو رکعت نفل پڑھیں کسی کو اپنے پاس بٹھالیں، اور اس کے سامنے نماز پڑھیں۔ اور اس سے کہیں کہ مجھے دیکھتے رہو کہ میں ہاتھ ہلاتا ہوں یا نہیں؟ اگر سلام کے بعد وہ بتائے کہ نماز میں تم نے ہاتھ ہلایا تھا تو دو رکعت نفل اور پڑھیں۔ پھر اگر سلام کے بعد وہ بتائے کہ نماز میں تم نے ہاتھ ہلایا تھا تو دو رکعت اور پڑھیں۔ اس طرح بار بار کرتے

رہیں۔اوراس وقت نفل پڑھنا چھوڑیں جب آپ کی دورکعت بغیر حرکت کے ادا ہوجائیں۔کئی دن تک ایسا کریں،ان شاء اللہ یہ مرض چھوٹ جائے گا۔

اس مرض کا دوسرا علاج:

اگر زیادہ ہمت ہوتو ایسا کریں کہ دورکعت نفل پڑھتے وقت جس کو اپنے پاس بٹھائیں اس سے یہ کہہ دیں کہ اگر میں ایک بار ہاتھ ہلاؤں تو جانے دیجئے،اور جب میں دوسری مرتبہ ہاتھ ہلاؤں تواٹھ کر میرا کان کھینچ دینا،اوراتنی زور سے مت کھینچنا کہ نماز ٹوٹ جائے،بس اس طرح کھینچنا کہ ذرا سا درد ہو،تھوڑا سا مروڑ دینا،شاید ایسا کرنے سے سدھر جائیں...... مجھے تو یہ خیال ہورہا ہے کہ جب میں دنیا سے رخصت ہوں گا تو شاید سب سے بڑا درد میرے دل میں یہ رہے گا کہ آج کا مسلمان نماز میں ہاتھ ہلانا نہیں چھوڑے گا، یہ درد شاید میرے ساتھ ہی جائے گا۔اللہ کرے کہ اس وقت سے پہلے کم ازکم اس مسجد میں تمام نمازی ہاتھ ہلانا چھوڑ دیں، یہ چھوٹی سی مسجد ہے،تھوڑے سے لوگ ہیں،خاص طور پر پہلی دوسری صف میں تھوڑے لوگ ہوتے ہیں،اور یہ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ آتے ہیں۔اگر یہی لوگ ہاتھ ہلانا نہیں چھوڑیں گے تو باقی لوگوں سے کیا توقع رکھ جاسکتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہی اس قوم کی حالت پر رحم کرے۔

لفظ ''اللہ'' پر مد پڑھنا:

دوسری بات یہ ہے کہ کتنی بار سمجھایا ہے کہ لفظ ''اللہ'' پر مد نہیں ہے۔اگر آپ قاری نہیں ہیں، تجوید نہیں جانتے ہیں،اور کسی قاری صاحب سے قرآن کریم صحیح نہیں کیا ہے تو کم ازکم یہ کرلیں کہ قرآن کریم کھول کر دیکھ لیں کہ کسی جگہ پر لفظ ''اللہ'' پر مد ہے؟ قرآن کریم میں جتنی جگہوں پر لفظ ''اللہ'' آیا ہے کہیں بھی لفظ ''اللہ'' پر مد نہیں ہے......اسی طرح لفظ ''الہ'' پر بھی مد نہیں ہے۔لیکن آج کل کے موذن لوگ دونوں لفظوں کو مد کے ساتھ کھینچتے ہوئے پڑھتے ہیں...... یہاں تو بار بار کہتے کہتے اتنی درستی آگئی کہ دو تین الف کی مقدار تک کھینچتے ہیں۔زیادہ نہیں کھینچتے،مگر کھینچنا نہیں چھوڑتے،آج بھی جب میں نے عصر کی اذان سنی تو لفظ ''اللہ'' پر بھی موذن نے مد کھینچی اور لفظ ''الہ'' پر بھی مد کھینچی،حالانکہ دونوں میں سے کسی پر بھی مد نہیں ہے۔اس کے بارے میں ایک دوسرے کو بتایا کریں اور جب موذن اذان دے تو سب لوگ توجہ سے سنا کریں۔

اذان سننا اور اس کا جواب دینا:

ایک مرض یہ ہے کہ لوگ نہ تو اذان سنتے ہیں، اور نہ اذان کا جواب دیتے ہیں، اور نہ ہی اذان کے بعد کی دعا پڑھتے ہیں، یہ مرض عوام اور خواص سب کے اندر پایا جا رہا ہے، یہ سمجھتے ہی نہیں کہ ہمارے ذمے اذان سننا بھی ہے......اب تو تلاش کرنے سے بھی ایسے لوگ نہیں ملتے، لیکن میں نے کسی زمانے میں یہ دیکھا ہے کہ عورتیں گھر کے کام کاج میں مشغول ہیں۔ لیکن جیسے ہی اذان کی آواز کان پر پڑتی تو کام سے رک جاتیں اور اہتمام سے اذان کو سنتیں......اس زمانے میں بے پردہ عورتیں بھی سر پر دوپٹہ رکھتی تھیں، اور اگر کبھی سر پر دوپٹہ نہیں ہوتا تو اذان کی آواز سن کر فوراً سر پر رکھ لیتی تھیں......بعض کاشت کاروں کو دیکھا کہ سر پر گھاس کا گٹھہ اٹھا کر لے جا رہے ہیں، جو کافی وزنی ہوتا، لیکن جب اذان کی آواز سنتے تو وہیں رک جاتے۔ اسی بوجھ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب اذان ختم ہوتی پھر آگے چلتے۔ آج اگر چراغ لے کر بھی ایسے لوگوں کو تلاش کریں گے تو کوئی نہیں ملے گا۔ زمانے سے برکت اٹھ گئی۔ اسی لیے طرح طرح کی مصیبتیں اور آفات اور عذاب ہم پر آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت باقی نہیں رہی۔

کس اذان کا جواب دیا جائے؟

بعض اوقات یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج کل تو مسجدیں بہت ساری ہیں اور قریب قریب ہیں۔ ان کی آوازیں مسلسل کافی دیر تک آتی رہتی ہیں تو کیا تمام مساجد کی اذانوں کو سنا جائے، اور ان کا جواب دیا جائے۔ یا کسی کو متعین کر لیں......؟ اس کو جواب یہ ہے کہ جس مسجد سے اذان کی آواز سب سے پہلے آئے اس کا حق بنتا ہے کہ اس کا جواب دے دیا جائے تو سب کا جواب دینے کا حق ادا ہو جائیگا ۔لہٰذا پہلی اذان کو توجہ سے سنیں اس کا جواب دیں۔ اور اس کے بعد دعاء کریں۔

الف اور مد کی مقدار:

ایک بات عوام کے سمجھنے کی ہے وہ، یہ کہ ''الف'' کتنا لمبا ہوتا ہے؟ ''الف'' کی لمبائی بس اتنی ہوتی ہے جتنی کہ انگلی کے کھولنے یا بند کرنے میں جتنا وقت صرف ہو، بس جتنی دیر میں بند انگلی کھل جائے وہ ایک الف کی مقدار ہے، لفظ ''اللہ'' میں ایک الف ہے، لہٰذا لفظ ''اللہ'' کو ایک الف کی مقدار تک کھینچیں، ایک الف سے زیادہ کھینچنا غلط ہے...... مد کی مقدار یا تو تین الف ہوتی ہے، یا پانچ الف

ہوتی ہے، اور بعض حضرات نے سات الف تک گنجائش دی ہے، جیسا کہ میں نے بتایا کہ لفظ ''اللہ'' پر مد نہیں ہے، لہٰذا اس کو ایک الف سے زیادہ نہیں کھینچنا چاہیے۔

لفظ ''مکّہ'' کی درستی:

عرب لوگ لفظ ''مَکّہ کو انگلش میں ''مِیکہ''"MECCA" لکھا کرتے تھے، جامعہ ام القریٰ ، مکہ مکرمہ کے ایک استاذ کا مجھ سے تعلق ہے، انہوں نے ایک مرتبہ مجھے اپنے پیڈ پر خط لکھا، وہ پیڈ چھپا ہوا تھا۔ اس پر بھی یہ لکھا ہوا تھا'' جامعہ ام القریٰ، ''میکہ'' میں نے لفظ میکا کو کاٹ کر خط کھینچ کر اس کے سامنے انگلش میں لفظ'' مکہ''"MAKKAH" لکھ دیا۔ بس اور کچھ نہیں کہا نہ اس پر تبلیغ کی۔ نہ تفصیل بیان کی۔ جب وہ خط ان کے پاس پہنچا تو خط لے کر ''رئیس الجامعۃ'' کے پاس گئے، جو جامعہ ام القریٰ کے رئیس اور بڑے تھے۔ ان کو جا کر بتایا...... صحیح بات ہو تو انسان کی عقل میں آ ہی جاتی ہے۔ اگر عقل بھی صحیح ہو...... انہوں نے بہت تعجب سے بار بار کہا: اِیش مِیکہ، اِیش مِیکہ، اِیش مِیکہ'' یہ مِیکہ'' کیا ہے؟ یہ کہاں سے آیا؟ انہوں نے فوراً حکم دیا کہ جامعہ کے جتنے پیڈ ہیں، جن پر لفظ ''میکہ'' لکھا ہے ان سب کو ختم کیا جائے۔ اسی طرح راستوں میں سڑکوں پر جگہ جگہ جتنے بورڈ ہیں بلکہ پورے سعودی عرب میں شاہراہوں پر جہاں جہاں ''میکہ'' لکھا ہوا ہے سب کو ختم کیا جائے۔ چنانچہ اس کے بعد جب جامعہ کے نئے پیڈ چھپے اور ان پر لفظ'' مکہ کو درست کیا تو ان استاذ صاحب نے پھر مجھے خط لکھا کہ آپ کے توجہ دلانے سے اللہ تعالیٰ نے یہ کرم فرمایا کہ سب جگہوں پہ یہ لفظ درست ہو گیا...... بعد میں ''رابطہ عالم اسلامی'' نے بھی اپنے رسالے میں اس کو درست لکھنے کے بارے میں مضمون لکھا، اور بعد میں یہ بھی پتہ چلا کہ ''مِیکہ'' انگریزی شراب خانے کو کہتے ہیں، یہ سب انگریزوں کی شرارت ہے کہ مسلمانوں کے جو مذہبی نام ہیں، ان کو بگاڑ کر پیش کرتے ہیں۔

لفظ ''مدینہ کی درستی:

اسی طرح '' مدینہ'' کو'' مِدینہ''"MEDINA" لکھتے ہیں، حالانکہ صحیح لفظ '' مدینہ'' "MADINA" ہونا چاہیے۔ کتابوں میں جہاں دیکھو وہاں ایم (M) کے بعد اِی (E) لکھا ہوتا ہے...... اسی طرح لفظ'' احمد'' ہے، اس کو"E" کے ساتھ"AHMED" لکھتے ہیں، یہ غلط ہے، صحیح لفظ اَحمَد"AHMAD" ہے۔

اقوال خلیفہ مامون الرشید

☆ آدمی کو جو شرف ہے عقل سے ہے ورنہ خون اور گوشت میں کیا رکھا ہے۔

☆ شریف وہ ہے جو بڑوں کو دبالے اور چھوٹوں سے خود دبے۔

☆ دلیل سے غالب ہونا بہ نسبت زور سے غالب ہونے کے زیادہ پسندیدہ ہے۔

☆ آدمی تین قسم کے ہیں بعض ایسے ہیں جن کی ہر وقت ضرورت ہے

بعض بمنزلہ دوا کے ہیں کہ خاص وقتوں میں ان کی ضرورت پڑتی ہے اور بعض تو ایسے ہیں کہ بیماری کی طرح کسی حال میں بھی پسندیدہ نہیں۔

☆ سب سے عمدہ مجلس وہ ہے جس میں لوگوں کے حالات سے واقفیت ہو۔

☆ بادشاہ کو لجاجیت نہایت نازیبا ہے اور اس سے زیادہ نازیبا یہ ہے کہ قاضی فریقین کی تسکین نہ کر سکے اور گھبرا جائے اور ان سب سے زیادہ ناموزوں بوڑھوں کی ظرافت ہے۔

☆ جوانوں کی کاہلی سپاہی کی بزدلی ہے۔

☆ کم کہنا اور زیادہ کرنا امر جمیل ہے۔

☆ کمینوں کے جواب کے واسطے حلم ایک لشکر ہے۔

☆ مال جمع کرنا آسان لیکن اس کی نگہداشت کرنا دشوار ہے۔

☆ میں عفو و درگزر کو اتنا محبوب رکھتا ہوں کہ اگر مجرموں کو اس کا علم ہو جائے تو ان کے دل سے خوف جاتا رہے اور بجائے خوف کے ان کے دل خوشی سے بھر جائیں۔

☆ اپنی زبان سے اپنی تعریف کرنا اپنی طرف سے لوگوں کا خیال خراب کرنا ہے۔

☆ جب خود پر غصہ غالب پائے تو خاموشی اختیار کر۔

☆ خوشامدی شخص بھلائیوں اور برائیوں دونوں کو پسندیدہ بتلائے گا۔

☆ اپنے تھوڑے کو دوسرں کے زیادہ سے بہتر جان۔

☆ گناہ اس قدر کم کر کہ ان کی عقوبت کی تاب لا سکے۔

☆ شریف کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے سے برتر لوگوں کے ظلم تو برداشت کرے لیکن اپنے سے کم تر لوگوں پر ظلم نہ کرے۔

☆ شیریں کلام اور خوش خلقی کے ساتھ محبت واجب ہوتی ہے۔

☆ ایسے فائدے سے درگزر کر جو دوسروں کے نقصان کا باعث ہو۔

☆ کہنا اور نہ کرنا ایک قبیح امر ہے۔

☆ یقین جان کہ جو درہم ناجائز طریقے سے حاصل کیا جاتا ہے اور وہ ہزار دینار کیلئے حجاب بن جاتا ہے جو کوئی ان کا خیال نہ کرے اس کو شیطان خیال کر۔

☆ زیردستوں پر اس قدر کم جفا کر کہ اگر قسمت ان کو تجھ سے زبردست بنا دے تو ان کے انتقام کی تاب لا سکے۔

☆ اپنے کاموں کی بنیاد محبت و آشتی پر رکھ نہ کہ قہر و غضب پر۔

☆ ایسی راستی سے جو کسی کو فائدہ نہ پہنچائے اور لوگوں کا دل دکھائے پرہیز کر۔

☆ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اتنی زیادہ کر جتنی کہ تجھے اس کے ساتھ احتیاج ہے۔

خلیفہ سفاح

☆ جب قوت بڑھ جاتی ہے تو حرص گھٹ جاتی ہے۔

☆ کوئی نیکی ایسی نہیں جو ضائع ہو جائے۔

☆ دنیا میں کمینے وہ لوگ ہیں جو بخل کو احتیاط اور تحمل کو ذلت سے تعبیر کرتے ہیں۔

☆ اگر حلم و بردباری مفسدہ اور ذلت ہیں تو پھر عفو و درگزر گویا عاجزی ہے۔

☆ صبر بہت اچھی چیز ہے لیکن اس وقت تک جب تک کہ امن میں خلل واقع نہ ہو اور بادشاہ کو سست نہ کر دے۔

☆ سخاوت اور بخشش اتنی ہی پسندیدہ ہے جتنی گنجائش اور وسعت ہو۔



بچوں کے صفحات

حضرت حسنؓ اور ایک یہودی فقیر

ایک مرتبہ حضرت حسنؓ غسل فرما کر گھر سے باہر تشریف لائے، اس وقت آپ نے ایک قیمتی لباس زیب تن فرما رکھا تھا اور آپ انتہائی وجاہت اور شان وشوکت کے ساتھ گزر رہے تھے اس دوران راستہ میں ایک یہودی شخص سد سے ملاقات ہوگئی، س نے ٹاٹ کا معمولی سا لباس پہن رکھا تھا اور بیماری سے بدحال ہو چکا تھا، فقر وفاقہ نے اسے نڈھال کر رکھا تھا، سورج اپنے جوبن پر آگ برس رہا تھا اور اس یہودی نے اپنی گدی پر پانی کا گھڑا اُٹھا رکھا تھا، جب اس نے حضرت حسنؓ کو اس حالت میں دیکھا تو انہیں روک کر کہا: ''اے رسول اللہ کے بیٹے! میں تجھ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں''۔

''کیا سوال ہے'' حضرت حسنؓ نے دریافت فرمایا۔ ''آپ کے نانا کا ارشاد ہے کہ دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے'' (مسلم: ۲۹۵۶) جبکہ آپ مومن اور میں کافر ہوں پھر بھی کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا آپ کے لیے جنت ہے کہ آپ اس میں مزے اُڑا رہے ہیں اور میرے لیے قید خانہ ہے کہ اس کی تکالیف نے مجھے ہلاک کر دیا اور اس کے فقر نے مجھے مشقت میں ڈال دیا۔ اس یہودی نے سوال کیا، حضرت حسنؓ نے اس کی یہ بات سنی تو فرمایا:

''اے شخص، اگر تو ان نعمتوں کو دیکھ لے جو اللہ تعالیٰ نے آخرت میں میرے لیے تیار کی ہیں تو تجھے یقین ہو جائے گا کہ میں ان نعمتوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے قید خانہ میں ہوں اور اگر تو اس عذاب کو دیکھ لے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے آخرت میں تیار کر رکھا ہے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تو اس عذاب کی طرف نسبت کرتے ہوئے کشادہ جنت میں ہے'' (الحسن رضی اللہ عنہ والحسن رضی اللہ عنہ، ص: ۲۱)۔

عزت مال سے افضل ہے

حضرت حسنؓ ہمیشہ عزت کو مال پر ترجیح دیتے اور کبھی اہل بیت کی آبرو پر آنچ نہ آنے دیتے، خواہ اس کی خاطر انہیں کتنا ہی مال کیوں نہ خرچ کرنا پڑتا۔ ایک مرتبہ حضرت حسنؓ نے کسی شاعر کو بہت سا مال عطا فرمایا، اس پر کسی نے شکوہ بھرے انداز میں سوال کیا کہ ''آپ ایسے شاعر کو اتنا مال کیوں عطا کرتے ہیں جو رحمٰن کی نافرمانی کرتا ہے اور جھوٹی اور من گھڑت باتیں بیان کرتا ہے؟ شکایت کرنے والے کا شکوہ سن کر حضرت حسنؓ نے جو بات فرمائی اسے اصحاب سیر نے نقل کیا، یہ قیمتی جملہ بلاشبہ ہر مسلمان کی زندگی کا اصول ہونا چاہئے، حضرت حسنؓ نے فرمایا: ''تیرے خرچ کردہ مال میں سے بہترین مال وہ ہے جسے تو اپنی آبرو بچانے کے لئے خرچ کرے اور شر سے بچنا بھی خیر کی تلاش و جستجو کا حصہ ہے'' (الحسن رضی اللہ عنہ والحسن رضی اللہ عنہ، ص، ۲۰)۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ جمعہ پڑھاتے ہیں

ایک مرتبہ حضرت علیؓ اپنے زمانہ خلافت میں بیمار ہو گئے تو اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائیں، اس حکم کو پورا کرنے کی غرض سے حضرت حسنؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی نبی کو بھیجا اسکے لیے ایک ذات، خاندان اور قبیلہ کا انتخاب فرمایا، پس جس ذات نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اس کی قسم کہ ہم اہل بیت رسول کے حق میں جو شخص کمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عمل میں اس کے برابر کمی کرے گا اور اگر کوئی جماعت ہم پر حملہ کرے گی تو ہماری آخرت تو بن جائے گی لیکن وہ کچھ عرصہ میں اپنا انجام دیکھ لے گی'' (الحسن رضی اللہ عنہ والحسن رضی اللہ عنہ، ص: ۵۰)۔

رضا بر قضا کا جذبہ

ایک مرتبہ کسی نے حضرت حسنؓ سے پوچھا کہ ''حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ فقر و ناداری مجھے مالداری سے زیادہ محبوب ہے اور بیماری مجھے صحت سے زیادہ پسندیدہ ہے'' یہ سن کر حضرت حسنؓ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ حضرت ابوذرؓ پر رحم فرمائے، لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص اللہ کے فیصلہ کی عمدگی پر توکل کرے گا وہ اس حالت کے علاوہ دوسری حالت کی خواہش نہیں کر سکتا جو اللہ نے اس کے لئے پسند فرمائی ہے۔(

الحسن رضی اللہ عنہ والحسن رضی اللہ عنہ،ص:۵۰ بحوالہ سیر اعلام النبلاء، ج:ص:۲۶۲)

حضرت حسینؓ کا بچپن میں علمی مشغلہ

حضرت ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت حسینؓ سے پوچھا کہ آپ کو حضور ﷺ کی کوئی بات یاد ہے۔انہوں نے فرمایا،’’ہاں اک کھڑکی پر چڑھا جس میں کھجوریں رکھی تھیں،اس میں سے ایک کھجور میں نے منہ میں رکھ لی تو حضور ﷺ نے فرمایا،’’اس کو پھینک دو،ہمارے لیے صدقہ کا مال جائز نہیں۔‘‘

حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ’’کسی مسلمان مرد یا عورت کو کوئی مصیبت پیش آئے پھر وہ کچھ عرصہ کے بعد اسے یاد آئے اور آنے پر پھر وہ ”اِنَّا لِلّٰه وَاِنَّا اِلَیهِ رَاجِعُونَ “ پڑھے تو اس کو اس وقت بھی اتنا ہی ثواب پہنچے گا جتنا مصیبت کے وقت پہنچا تھا۔‘‘(اخرجہ مسلم:۹۱۹) حضرت حسینؓ سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ’’آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار کاموں میں مشغول نہ ہو‘‘

حضرت حسینؓ کی تواضع انکساری

حضرت حسین بن علیؓ جن اوصاف جملیہ اور خصائل حمیدہ کے حامل تھے ان میں ایک صف آپ کی تواضع اور عاجزی تھی یہ خوبی آپ کو آنحضور ﷺ کی صحبت سے ہی حاصل ہوئی۔ایک مرتبہ حضرت حسینؓ گھوڑے پر سوار گزر رہے تھے کہ غرباء کی ایک جماعت نظر آئی جو زمین میں بیٹھی روٹی کے ٹکڑے کھا رہی تھی آپ نے ان کو سلام کیا ان لوگوں نے کہا:

’’فرزند رسول اللہ! ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیے‘‘ آپ گھوڑے سے اتر کر ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور کھانے میں شریک ہوئے آپ نے اس موقع پر یہ آیت پڑھی:”اِنَّــــہ لَا یُـحِـبُّ المُستَکبِرِینَ “ (سورۃ النمل:۲۳)’’یعنی اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا‘‘۔

حضرت حسینؓ جب ان لوگوں کی روٹی کے ٹکڑوں پر شرکت فرما چکے اور فارغ ہوئے تو فرمایا،’’بھائیو! آپ نے مجھے دعوت دی میں نے قبول کیا،اب آپ سب میری دعوت قبول کیجئے‘‘ان لوگوں نے بھی دعوت قبول کر لی اور آپ کے مکان پر آئے،جب سب آ کر بیٹھے تو آپ نے فرمایا،’’رباب! جو کچھ بھی بچا ہوا محفوظ رکھا ہے اسے لے آؤ‘‘۔

خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ماہنامہ

ملّیہ

فیصل آباد پاکستان

کے گذشتہ شمارے

آن لائن پڑھیے

1430 H -2008

1431 H - 2009

1432 H - 2010

1433 H - 2011

1434 H - 2012

1434 H - 2013

1435H - 2014

انٹرنیٹ ایڈریس

www.milliafsd.com



MONTHLY MAGAZINE
Millia
JAMIA MILLIA ISLAMIA
FAISALABAD PAKISTAN
Reg:M # FD-16
MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@yahoo.com
Fax # 041-8502213
الحمد للہ ماہنامہ ملیہ کی
مسلسل اشاعت کا گیارہواں سال
دینی، علمی، اصلاحی تاریخی روایات کا حامل پاکستان کا منفرد مجلّہ
ماہنامہ
ملیّہ
فیصل آباد پاکستان
کے
تابندہ
10
سال
120
شمارے
تاریخی حقائق
آپ بھی اپنی رائے دیجیے!
آپ کی تجاویز، شکایات، اور سوالات کو
انشاءاللہ شامل اشاعت کیا جائے گا
www.milliafsd.com